Scanned by CamScanner

کلام قاضی جلال ہری پوری

مرتب: محمد رضوان ندوی

ناشر

محمد رضوان ندوی

مقام بھاگ طاہر (ہری پور) پوسٹ امور، وایا بائسی، ضلع پورنیہ (بہار)

نام کتاب: کلام قاضی جلال ہری پوری

شاعر: قاضی محمد جلال الدین جلال ہری پوری مرحوم

مرتب وناشر: محمد رضوان ندوی

سال اشاعت: ۲۰۰۸

تعداد: ۴۰۰

صفحات: ۲۶۸

کمپوزنگ: محمد رضوان ندوی

مطبع: کاکوری آفسیٹ پریس لکھنؤ

قیمت: ۲۰۰

ملنے کے پتے

(۱) محمد رضوان ندوی، معرفت قاضی ماسٹر حامد حسن صاحب
مقام بھاگ طاہر، ڈاک خانہ امور، وایا بائسی، ضلع پورنیہ (بہار)

Kalam-e-Quazi Jalal Haripu

Compiled by Mohd. Rizwan Nadvi

At. Bhaghtahir, P.O. Amour, Via Baisi, Distt. Purnea (Bihar)

PIN.854315

Mob: 9955984127 E-Mail-rizwannadvi@gmail.com

یہ کتاب فخر الدین علی احمد میموریل
کمیٹی، حکومتِ اتر پردیش لکھنؤ کے
مالی تعاون سے شائع ہوئی۔

انتساب

☆ اپنے والدِ محترم جناب قاضی حامد حسن صاحب اور اپنی والدہ محترمہ عذرا خاتون حفظہما اللہ کے نام جن کی آغوشِ شفقت میں میں پروان چڑھا اور جن کی بے پناہ شفقتوں نے زندگی کے ہر موڑ پر میری حوصلہ افزائی کی رب ارحمھما کما ربیانی صغیراً۔(آمین)

☆ اپنے دادا قاضی جلالؔ ہری پوری مرحوم کے نام جن کی دعائے سحر گاہی اور فیضِ تربیت ہی کی بدولت میں اس لائق ہوا۔

☆ اپنے نانا جناب مکھیا فاروق صاحب مرحوم کے نام جن کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے میرے والدین نے مجھے دینی تعلیم کے حصول پر لگایا۔ افسوس صد افسوس کہ میرے نانا جان مورخہ ۱۵/ مارچ ۲۰۰۸ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرما کر اپنے خاص بندوں کے جوار میں جگہ نصیب کرے اور صبح و شام ابر ہائے رحمت ان کی قبر کو سیراب کرتے رہیں۔آمین!

☆ اپنی دادی محترمہ مریم النساء زوجہ قاضی جلالؔ ہری پوری کے نام جو میری کامیابی و کامرانی کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتی ہیں۔

☆ اپنی رفیقۂ حیات محترمہ کہکشاں ریاضؔ کے نام جن کی رفاقت نے میری زندگی کے لمحات کو خوشگوار و پُرسکون بنایا ہے۔

فہرستِ مضامین

نمبر شمار، عنوانات — صفحات

عرضِ مرتب

جناب قاضی جلال ہری پوری سرزمینِ ہری پور، تھانہ امور، پورنیہ، بہار کے ایک معروف علمی وادبی خاندان میں ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ مرحوم کا شمار سرزمینِ پورنیہ کے ان ممتاز و عبقری شخصیتوں میں ہوتا ہے جنھوں نے اردو مراکز سے دور افتادہ انتہائی پسماندہ علاقہ میں رہ کر داد و تحسین اور شہرت و ناموری کی پروا کئے بغیر اردو شعر ادب کی جو خدمت انجام دی ہے وہ یقیناً لائقِ تحسین بھی ہے اور قابلِ تعجب بھی۔

جناب قاضی جلال ہری پوری نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں جہاں ہر طرف شعر وادب کے چرچے عام تھے۔ خود ان کے بلند قامت چچا جناب قاضی نجم الدین تجم ہری پوری اردو و فارسی دونوں زبانوں کے ممتاز و قادر الکلام شاعر تھے، اور قدیم پورنیہ کی محفل شعر و سخن کو گرما رہے تھے۔ چنانچہ قاضی جلال ہری پوری نے اپنے گرد و پیش کے ماحول اور اپنے چچا کی ممتاز شعری وادبی شخصیت سے متاثر ہو کر صرف سولہ سترہ سال کی عمر میں شعر و شاعری کے میدان میں قدم رکھا اور زندگی کے آخری لمحات تک اردو و فارسی شعر وادب کی مشاطگی کرتے رہے، آخر کار اقلیم سخن کے اس بادشاہ نے ایک طویل عرصے تک شعر وادب کی بے بہا خدمات انجام دے کر اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور گونا گوں خوبیوں سے نئی نسل پر گہرے نقوش مرتب کرتے ہوئے ایک طویل علالت کے بعد مورخہ ۲۸؍ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو اپنے پسماندگان اور وابستگان کو روتا بلکتا چھوڑ کر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

قارئین کرام سے میں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ قاضی جلال الدین جلالؔ ہری پوری میرے حقیقی دادا تھے میں اُن کے بڑے صاحبزادے جناب قاضی ماسٹر حامد حسن صاحب کا منجھلا لڑکا ہوں، میرے دادا میرے مربی و محسن کے علاوہ میرے لئے قابلِ تقلید نمونہ بھی تھے، مجھے ان سے بے پناہ عقیدت تھی اور انہیں بھی مجھ سے بے حد محبت تھی وہ میرے روشن و تابناک مستقبل کے خواہاں تھے، اور اپنے سچے جانشین کے طور پر مجھے دیکھنا چاہتے تھے، انہیں میری ذات سے کیا کیا توقعات و امیدیں وابستہ تھیں اس کا اندازہ آپ ان کے ان خطوط اور منظوم کلام سے لگا سکتے ہیں، جو انہوں نے میرے مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے طالبِ علمی کے دوران میرے نام لکھے ہیں یہ خطوط و منظوم کلام میری زندگی کے انمول و قیمتی سرمایہ ہیں۔

اس موقع پر میں ایک غزل کے چند اشعار قارئین کرام کی نذر کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

اس آرزو کو لے کر اب تک میں جی رہا ہوں
تو پھول بن کے آئے مہتابؔ کے چمن میں
کرتا ہوں روز و شب میں تیرے لئے دعائیں
بلبل کی طرح چہکے علما کی انجمن میں
رضوانؔ کے دم قدم سے اک دن جلالؔ محزوں
جنت اتر کے آئے گی آپ کے وطن میں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

یوں تو انہوں نے میرے طالبِ علمی کے دور میں مجھے بے شمار خطوط لکھے لیکن ان کا پہلا منظوم خط جو انہوں نے مجھے اس وقت تحریر کیا جب میں نے ۱۹۹۱ء میں اپنے وطنِ مالوف کو چھوڑ کر حصول تعلیم کی خاطر شہر لکھنؤ کا سفر کیا تھا وہ میری زندگی کا ایک یادگار اور اہم خط ہے جسے میں یہاں پیش کر رہا ہوں :

منظوم خط بنام محمد رضوان سلمہ بوقت تعلیم مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ

لختِ دل لختِ جگر میرے محمد رضوآں

دل سے کرتا ہوں دعا تم رہو دائم شاداں

دولتِ علم سے اللہ نوازے تم کو

رہنما دینِ حنیفی کا بنائے تم کو

سپہرِ علم کا تم نجمِ درخشاں بن کر

وشنی دین کی پھیلاؤ میری جاں گھر گھر

تم میں اخلاقِ نبیؐ کا ہو وہ جو ہر پیدا

انس و جاں اور فرشتے بھی ہوں تم پر شیدا

دل سے دشمن بھی تمہیں چاہنے والا ہوئے

عزت و شان و سن م سے دوبالا ہوئے

آؤ تم پیکرِ تصویر خیالی بن کر

کلامِ قاضی جلاآل ہری پوری

یعنی اس دور کا رازیؔ وغزالیؔ بن کر

کی وفا عمر نے تو پھر میں ملوں گا تم سے

دیر پیارے نہیں ملنے میں کروں گا تم سے

تمہارا جدِّ بیمار

جلالؔ غفرلہ ۲۷؍جولائی ۱۹۹۱ء

مذکورہ بالا خط اور ایک غزل کے چند اشعار سے آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ ان کے دل میں میرے تئیں کیا کیا تمنائیں تھیں۔ یوں تو وہ مسلسل بیمار ہی رہا کرتے تھے، لیکن ۱۹۹۷ء میں جب بیمار ہوئے تو لاکھ علاج ومعالجہ کے باوجود صحت یاب نہ ہوئے یہاں تک کہ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۹۷ء میں اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔ اُن دنوں میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیرِ تعلیم تھا، اس لئے میں اپنے دادا کے آخری دیدار سے بھی محروم رہ گیا، اس میں بھی خداوند قدوس کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، ان کی لغزشوں سے درگذر فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنے خاص بندوں کے جوار میں جگہ نصیب کرے اور صبح وشام ابرہائے رحمت ان کے مرقد کو سیراب کرتے رہیں۔

آسماں تیری لحد پر، شبنم افشانی کرے

سبزۂ نورستہ، اس گھر کی نگہبانی کرے

ان کے انتقال کے بعد میں نے ان کے مجموعۂ کلام کی ترتیب وتدوین کا کام شروع کردیا، اور تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ یہ کام بھی جاری

رہا، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ آج میں اس اہم کام سے فارغ ہوگیا، اس موقع پر میں اربابِ نقد ونظر سے اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مجموعۂ کلام میں ترتیب وتدوین کے زاویئے سے جو خامیاں نظر آئیں اسے میری کم علمی، بے بضاعتی اور ناتجربہ کاری پر محمول کریں کیونکہ میں اس کوچے میں نووارد ہوں۔ گیسوئے تصنیف وتالیف، تدوین وترتیب تو مشاطگی کے متقاضی ہیں۔ اس کے علاوہ ترتیب وتدوین، کمپوزنگ وپروف ریڈنگ کے جملہ مراحل کی تکمیل بھی میں نے تنہا ہی کی ہے۔ اس لئے غلطیوں کے پائے جانے کا قوی امکان ہے اس لئے امید ہے کہ ہمارے لائق قاری ہماری لغزشوں وخامیوں سے ہمیں مطلع فرما کر ہمارے لئے مشعل راہ بنیں گے۔ ان گزارشات کے بعد اب یہ مجموعۂ کلام اربابِ نقد ونظر کے سامنے ہے اور انہیں ہی اس کے محاسن ومعائب اور خوب وزشت کا فیصلہ کرنا ہے۔

محمد رضوان ندوی

مقام بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ، بہار

قاضی جلال ہری پوری کی شاعری کا ایک سرسری مطالعہ

پروفیسر طارق جمیلی

سابق صدر شعبۂ اردو، پورنیہ کالج پورنیہ، بہار

فوجدارانِ پورنیہ علم وادب کے نہایت دلدادہ تھے اور اپنے دربار کو ہمیشہ علما و فضلا اور ادبا سے آراستہ رکھتے، شعر و سخن کی محفلیں سجاتے اور اپنے دربار کی رونق بڑھایا کرتے، فارسی اس عہد کی سرکاری زبان تھی لہٰذا فارسی تصنیفات اور فارسی کے قلمی نسخوں کی تعداد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پورنیہ علم وادب کا ایک اہم مرکز بن چکا تھا، فوجدارانِ پورنیہ نے اردو زبان وادب کی بھی سرپرستی کی، ادبی محفلیں سجائیں، اس کا اثر یہ ہوا کہ بعض عورتوں نے بھی شاعری کی، اور مولانا روم کی مثنوی کا اردو منظوم ترجمہ بنام 'باغ ارم' کیا گیا جو ۱۸۲۸ء سے شروع ہوکر ۱۸۵۰ء میں مکمل ہوا، یہ ترجمہ نہایت ہی سلیس اردو میں ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں اردو زبان وادب کو بھی فروغ حاصل ہو چکا تھا، پورنیہ کی یہ خوبی بھی قابل ذکر ہے، کہ قدیم ادبا و شعرا کی تصنیفات فارسی و اردو دونوں زبانوں میں ملتی ہیں، یہ روایت حال تک قائم رہی اب جدید دور میں فارسی کی تعلیم کا رواج کم ہو گیا ہے، لہٰذا موجودہ شعرا کے یہاں ایسی مثالیں نہیں ملتی۔

فارسی و اردو دونوں زبانوں کے قادر الکلام شاعروں میں ایک نام قاضی نجم الدین نجم ہری پوری کا قابل ذکر ہے، وہ اپنے وقت کے نہایت مشہور و معروف

شاعروں میں شمار کئے جاتے تھے،ان کے شاگردوں کی تعداد بھی اچھی تھی ان میں شمس جلیلی میرے ملنے والوں میں سے ہیں وہ اپنے استاد کا عموماً ذکر کیا کرتے ہیں اور اشعار بھی سنایا کرتے ہیں زیرِ نظر شعری مجموعہ قاضی نجم ہری پوری کے حقیقی بھتیجے قاضی جلال الدین جلال ہری پوری کا ہے، قاضی جلال ہری پوری نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں جہاں ہر طرف شعر وادب کا چرچا ہوتا تھا،خود جلال الدین ہری پوری کے چچا قاضی نجم ہری پوری گھر میں شعر وسخن کا دریا بہا رہے تھے، چنانچہ قاضی جلال ہری پوری اس علمی، ادبی اور شاعرانہ ماحول اور اپنے چچا قاضی نجم ہری پوری کی علمی، ادبی شخصیت سے متاثر ہوئے اور کم سنی ہی میں شعر گوئی شروع کر دی۔اور صرف سولہ سترہ سال کی عمر میں انہوں نے اپنی پہلی نظم 'آج کل کی قابلیت' کے زیرِ عنوان لکھ کر اپنے چچا قاضی نجم ہری پوری کے سامنے پیش کر دی ، اور آگے چل کر اپنی خداداد صلاحیت واستعداد اور فطری شاعرانہ ذوق کی بدولت آسمانِ شعر وادب کے ایک درخشندہ ستارے کی طرح چمکے اور اپنے معاصرین کے درمیان ایک منفرد شناخت قائم کی۔

قاضی نجم الدین نجم ہری پوری اور قاضی جلال الدین جلال ہری پوری دونوں اردو و فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے، دونوں نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے، دونوں کے یہاں مذہبی اور ملی جذبات کی ترجمانی ہے، بلکہ یہ جذبہ غزلوں کے اشعار میں بھی نمایاں ہے۔

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اردو شاعری نے فارسی شاعری کی انگلی پکڑ کر چلنا شروع کیا، لہٰذا فارسی روایت کا اردو شاعری میں منتقل ہونا فطری تھا، اس لئے ابتدا میں ایسے شعرا ملتے ہیں جنہیں فارسی اور اردو دونوں میں کلام کہنے کی صلاحیت تھی، اور ایسے شعرا کے یہاں فارسی روایت کی تقلید و پیروی ملتی ہے، اور ایسے اشعار کی بہتات ہے جن میں قیس ولیلیٰ، منصور وموسیٰ، خضر وسکندر، شیخ وواعظ، رند ورقیب، گلبدن وسیم تن، نحیف وناتواں، مریضِ عشق، ابنِ مریم، تیغِ ابرو، مشکیں زلف، مارِ سیہ، محمل لیلیٰ، پری وچلمن، نظارہ ولب بام، اپنی موت اور اپنی قبر کے متعلق اشعار قلمبند کئے جاتے ہیں، جلال ہری پوری کے کلام میں مجھے اسی روایت اور اظہار بیان کا غلبہ نظر آتا ہے، فارسی زبان وادب کا پروردہ اور فارسی روایت میں رنگی شاعری کے ماحول میں جلال کے یہاں ایسے اشعار کا ملنا فطری ہے، یہ رنگِ سخن اس دور کا مروجہ اسلوب وانداز تھا، شاعر کو اپنے ذوق وشوق کی تسکین آفرینی کے لئے روایت کی انگلی پکڑنا ہی پڑتا ہے یہ مشقِ سخن کے لئے ضروری ہے اور مہارتِ فن کے لئے بھی لازم ہے بغیر مشق کے مہارت ناممکن ہے یہ پہلا زینہ ہے جس سے گذر کر شاعر اپنا سفر طے کرتا ہے، جلال کے ہاں بھی ایسی مشقیہ شاعری کی مثالیں ملتی ہیں، لیکن جلال ہری پوری اپنی صلاحیت اور اہلیت کے باعث بہت جلد یہ مشقیہ منزل سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور اپنے خیالات، جذبات، تجربات اور مشاہدات کو نہایت صفائی اور سادگی سے بیان

کرنے لگتے ہیں اور روایتی انداز بیان سے ہٹ کر اپنی شناخت قائم کرنے کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں:

پوچھنا ہے گردشِ ایام سے
کیا عداوت ہے دلِ ناکام سے

نہ پوچھو زخم کھا کر مسکرانے میں مزہ کیا ہے
حقیقت اس حلاوت کی محبت آشنا جانے

آسمان سے کیا اتر آیا ہے چاند ؟
نور کا سیلان ہے کیوں بام سے

عاقبت تیرے حوالے اے خدا !
کٹ تو جائے زندگی آرام سے

لوں کسی کا میں سہارا یہ گوارہ بھی نہیں
بیٹھ جاتا ہوں وہیں درد جہاں اٹھتا ہے

روز کٹیا سے بہت رات گئے ، تیری جلاؔل
کوئی دیوانہ ہے جو نالہ کناں اٹھتا ہے

کہیں مذہب کہیں ہے ذات کی جنگ
مرا خلوت کدہ ہی خوب تر ہے

ہمیں دیکھتے ہی سوئے بزم آتے

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

انہیں تازہ تازہ ستم یاد آئے
خوشی میں تو اہل نعم یاد آئے
برا وقت آیا تو ہم یاد آئے

اس فخرِ رسالت کی جو تخلیق نہ ہوتی
یہ چاند یہ سورج یہ ستارے نہیں ہوتے

موم ہے سنگ ہے شیشہ ہے کہ آئینہ ہے
''آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتادے مجھ کو''

ہوا جنت و حور کا تذکرہ جب
گلی اُن کی اور وہ صنم یاد آئے

رروایتی عنوانات کو بھی اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدے کی روشنی میں بڑی سادگی، بے ساختگی اور صفائی سے سنوار لیتے ہیں، ایسے اشعار بھی قاری کو متوجہ اور متاثر کئے بغیر نہیں رہتے:

عجب شے ہے بڑھاپا، آدمی بیکار ہوتا ہے
کسی صورت اٹھا تو بیٹھنا دشوار ہوتا ہے

اگر ہو تندرستی آشِ جو نانِ مرغّن ہے
طبیعت مضمحل ہو گر تو گل بھی خار ہوتا ہے

والد کے سر پہ قرض کا ہے بار، تو رہے

کلامِ قاضی جلال ہری پوری

پیسے مگر ہوں خرچ جہیز و برات میں
بزمِ ہستی سے تو اٹھنے کا ہے دستور قدیم
دکھ بڑا ہوتا ہے جب کوئی جواں اٹھتا ہے
روزے نہیں رکھتے تو کیا اس سے بگڑتا ہے
پابندی تو کرتے ہیں افطار کے کرنے میں
دینے میں ہمیشہ جو رہتے ہیں بہت پیچھے
رہتا ہے بہت آگے ہاتھ ان کا ہی لینے میں
ہمیں ہندوستاں کے ذرے ذرے سے محبت ہے
اگرچہ مذہباً اسلام کا ہم نام لیتے ہیں

تشبیہ اور استعارہ کے اشعار میں بھی ایک تجربہ اور تجربہ کی سادہ بیانی ملتی ہے:

عمر رواں کا سایہ پھسلتا ہوا گیا
بادل ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا گیا
دو کشتیوں میں بھر کے ہم دربائے آبدار
نذرانہ دینے آئے ہیں اس مہ نگار کو
محجوب ہیں خوبانِ جہاں سامنے ان کے
جوں چاند کے پرتو میں ستارے نہیں ہوتے

جلال کی حیات انہیں ۱۹۲۱ء میں اس دنیا میں لے کر آئی اور ۱۹۹۷ء

میں قضا انہیں لے کر چلی گئی ۱۹۲۱ء سے لے کر ۱۹۹۷ء کا زمانہ ہندوستان اور اس کے ارد گرد پھیلی ہوئی یہ وسیع دنیا بے شمار ملکی و غیر ملکی، و بین الاقوامی تحریکات، واقعات اور انقلابات سے دوچار ہوئی، لیکن جلال ہری پوری کی شاعری میں سوائے بابری مسجد کے المناک واقعہ کے اور کسی دوسرے واقعہ کا ذکر نہیں ملتا، لیکن جلال ہری پوری کی یہ نظم 'ضمیر کی پکار' جلال کی شخصیت، ان کے کردار اور ان کے قلب و ذہن کی آئینہ داری کرتی ہے، جلال ہری پوری کی شخصیت جوش سے زیادہ ہوش کی خبر دیتی ہے، بابری مسجد کے واقعہ پر بہت سی نظمیں لکھی گئی ہیں، لیکن اس انداز، اس صبر و ضبط اس ہوش و خردمندی کی آئینہ داری کہیں اور نہیں ملتی۔

یہ نظم اس بات کا ثبوت ہے کہ جلال ہری پوری اپنے عہد اور ملک کے سارے واقعات سے متاثر ہوئے ہیں، لیکن انہوں نے ہمیشہ ہوش کا دامن اپنے اظہار بیان میں ترک نہیں کیا، اس موقع پر اس نظم کے چند اشعار قارئین کرام کی نذر کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

ہوئے پچھلے دنوں کیا کیا ہمارے دیش بھارت میں
ہوئے برباد کتنے خانماں اس قتل و غارت میں
کہیں بیتاب تھا مسلم کہیں ہندو پریشاں تھا
ہراس و خوف کا ہر سمت برپا ایک طوفاں تھا
مفید اب ہے نہیں ماضی کا لانا لب پہ افسانہ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

بہر صورت ہے اچھی فکرِ مستقبل اے فرزانہ !
عبث بدنام کرنا ہے کسی کو یہ ہوا جو کچھ
مشیت کا یہی تھا فیصلہ ہونا ہوا جو کچھ
چلو اب مل کے پختہ عہد کر لیں اور قسم کھائیں
کئے پر اپنے پچھتائیں عمل سے اپنے شرمائیں
رہیں ہم بھائی بھائی کی طرح بایک دگر مل کر
گزاریں زندگانی ہم بہم شیروشکر بن کر

جلال ہری پوری نے حمد، مناجات، نعت، سلام، غزل، نظم رباعی اور قطعہ میں طبع آزمائی کی ہے، لیکن بنیادی طور پر وہ غزل گوشاعر ہیں، اور صنفِ غزل ہی میں ان کے فکروفن کا جوہر نمایاں طور پر جلوہ گر ہے، ان کی نظموں میں 'ضمیر کی پکار' سب سے اہم نظم ہے اور دیگر نظموں میں اپنی سلمی سے، تاسف اختتام رمضان، اور صبح نو وغیرہ میں بھی انہوں نے اپنا رنگ وآہنگ برقرار رکھا ہے، اس کے علاوہ 'شاعر کی دعا' ہم کیا تھے؟ عکسِ احوال وغیرہ نظمیں ان کے مذہبی وملی جذبات وخیالات کی ترجمانی کرتی ہیں اس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ جلال ہری پوری کا مزاج ومیلان مذہبی تھا:

اونچے دعوے ہیں ہمارے پر صداقت کچھ نہیں
اس قدر بھٹکے ہوئے ہیں جادۂ منزل سے ہم
تڑپ جاتے ہیں ماضی کروٹیں لیتا ہے جب دل میں

یہ کیا حالت ہماری آج ہے اور کل ہی ہم کیا تھے

یہاں بگڑا ہوا ہے یک قلم آوے کا آوا ہی

جلاؔل بے نوا کیا پوچھنا ہے بیش یا کم کا

زبان اردو کے لئے جلال ہری پوری کا یہ دعائیہ شعر ملاحظہ فرمائیں:

الٰہی! اس طرح سے ہند میں پھولے پھلے اردو

زمیں اردو یہاں کی ہو یہاں کا آسماں اردو

جلال ہری پوری کے نعتیہ کلام میں بھی ان کے ذاتی محسوسات و اعتقادات اور عشقِ رسولؐ کا رسمی اظہارِ بیان نہیں بلکہ ان میں ان کا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے:

جبینِ محبت کے سجدوں کا محور

ترا سنگ در ہے ترا آستاں ہے

قبر کی ظلمت میں مشعل کی ہمیں حاجت نہیں

داغ حُبِّ مصطفیٰؐ ہمراہ لے جائیں گے ہم

جلال ہری پوری کا مذہبی کلام روایتی انداز میں ہوتے ہوئے بھی ان کے ذاتی جذبات و محسوسات کے آئینہ دار ہیں۔

اردو غزل کے شعرا رومان سے حقیقت اور حقیقت سے تصوف کا سفر کرتے نظر آتے ہیں، اسے بھی قدیم غزل گوئی کی ایک روایت کہہ سکتے ہیں، جلال ہری پوری کے کلام میں بھی یہ صوفیانہ لب ولہجہ اور فکر ونظر کا عکس ملتا ہے:

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

نبض ٹھنڈی ہوگئی بیمار کی
دل میں حسرت رہ گئی دیدار کی

ڈھونڈو تو پتھروں میں کہاں ہے گہر نہیں
کیا پائے جس کے دل میں طلب کی نظر نہیں

یہاں شیخ وبرہمن کی قیادت سے غرض کیا ہے
ہم اپنے جذبِ دل کو رہبر کامل سمجھتے ہیں

نگاہِ شوق نے میری جہاں دیکھا جدھر دیکھا
اسی کو جلوہ گر ہرسو بہ انداز دگر دیکھا

وہ کونسی ہے جا جہاں ترا جلوہ نہیں
کعبہ کلیسا ، دیر و حرم میں کہاں نہیں

ہم بندۂ طلب ہیں ہمارا مکاں نہیں
''جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں''

وہ پھولوں کے مہکنے میں وہ بلبل کے چہکنے میں
کہاں کس روپ میں وہ یار ہے جلوہ نما جانے

غرض قاضی جلال ہری پوری کی شاعری روایتی لب ولہجہ واظہار بیان کی راہوں سے گذرتے ہوئے بھی اپنی سادگی، صفائی اور سچائی کی خوبیوں کے باعث منفرد شناخت کی حامل ہے، لہٰذا امید کی جاتی ہے کہ اس شعری مجموعہ کو اردو شعر وادب کے حلقے

میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

آخر میں مرتبِ کتاب، قاضی جلال ہری پوری کے حقیقی پوتے عزیز گرامی مولوی محمد رضوان ندوی سلمہٗ جنہیں علم وادب کا ذوق وشوق اپنے خاندان سے ورثہ میں ملا ہے لائقِ ستائش ہیں کہ انہوں نے اس شعری مجموعہ کو بڑی محنت اور سلیقہ مندی سے ترتیب دی ہے، سچ تو یہ ہے کہ عزیز موصوف جملہ باشندگانِ پورنیہ کی مبارکباد کے مستحق ہیں کیوں کہ انہوں نے اس کام کو انجام دے کر نہ صرف یہ کہ اپنے خاندان کے ایک بیش بہا علمی وادبی سرمایہ کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے، بلکہ اہلِ پورنیہ کی پیشانی سے ناقدری کے بدنما داغ کو بھی دھوڈالا ہے، موصوف کی ذات سے اہلِ پورنیہ کو مستقبل میں کافی توقعات وابستہ ہیں، خدا ان کی عمر میں برکت دے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

ооо

نقد و نظر

ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد

سابق پروفیسر شعبۂ اردو، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ

اس بات پر اختلاف رائے کی گنجائش نہیں ہوسکتی کہ اردو غزل صدیوں کا سفر طے کرکے آج نئی جہتوں اور نئے امکانات سے آشنا ہوچکی ہے مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جدید اردو غزل کا محل جن بنیادوں پر قائم ہوا ہے وہ وہی ہیں جو قاضی جلال الدین جلال ہری پوری کے کلام میں ایک واضح حقیقت بن کر ابھری ہیں انہوں نے اگر ایک طرف اپنے نعتیہ کلام میں تضادِ شعر و شریعت کو ہم آہنگ کیا ہے تو دوسری جانب بصائر و تاملات کے بہت سے پہلو اپنی غزلوں میں بڑی فنکارانہ مہارت کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ اور اعلیٰ و ارفع انسانی قدروں کی ترجمانی اس خوبصورت انداز میں کی ہے کہ فکر کی چمک سے ان کے فن کا پیمانہ بھی چمکنے لگا ہے۔ قاضی جلال ہری پوری کی غزلوں میں روایت کے صنم کدوں کا نور اور ماضی کے مقدس آتش خانوں کی آنچ اس انداز میں گھل مل گئی ہیں کہ جب وہ گرد و پیش میں بکھری ہوئی سماجی اور معاشرتی ناہمواریوں کو آئینہ دکھلاتے ہیں تو غزل اپنی غنائیت اور آہنگ صوتی کو برقرار رکھتی ہے اور ہمیں ایک نغمگی کا احساس ہر جگہ ملتا ہے۔

قاضی جلال ہری پوری نے اگر ایک طرف اپنے دل کے داغوں کی بہار اپنے

کلام میں دکھلائی ہے تو دوسری جانب ماورائے ذات جو منظر نامہ ہمارے چاروں طرف بکھرا ہوا ہے اس کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ بصائر و تاملات کے اعلیٰ و ارفع انسانی قدریں جنہیں دنیا نے ہر دور میں تسلیم کیا ہے ان کے کلام میں ابھر کر ہمارے سامنے آتی ہیں ''اندرون ذات'' اور ''بیرونِ ذات'' دونوں منظر ناموں کو انہوں نے بڑی فنکاری کے ساتھ اپنی غزلوں میں اس طرح ہم آہنگ کیا ہے کہ تغزل اور غنائیت کی ایک موجِ تہہ نشیں جس کے بغیر کوئی غزل اچھی غزل نہیں ہو سکتی ہر جگہ اپنی توجہ مبذول کراتی ہے، وہ اپنی ذات میں اس قدر گم نہیں ہوتے کہ گرد و پیش کے مسائل سے بے خبر ہو جائیں اور نہ گرد و پیش کے مسائل میں اتنے الجھتے ہیں کہ انہیں اپنی ذات میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے غافل ہو جائیں ''ذات'' اور بیرون ذات کے مسائل کا ایک خوشگوار امتزاج قاضی جلال ہری پوری کے کلام میں ہر جگہ فنی مہارت کے ساتھ موجود ہے۔

قاضی جلال ہری پوری کی تشکیلِ فکر جن احوال و ظروف میں ہوئی ہے وہ وہی ہیں جن سے اردو غزل کے قدما نے کسبِ فیض کیا ہے۔ اسی لئے حسن و عشق کے موضوعات کے علاوہ تصوف اور اعلیٰ و ارفع انسانی اقدارِ حیات کی ترجمانی بھی بڑی مضبوط فنی بنیادوں پر ان کے کلام میں ہر جگہ ملتی ہیں۔ غزلوں کے علاوہ ان کے نعتیہ کلام اور ان کی منظومات میں بھی وہ تمام خصوصیات نظر آتی ہیں جو ہمارے کلاسیکی شعرا کے لئے باعثِ فخر و افتخار رہی ہیں۔

قاضی جلال ہری پوری کے پوتے مولانا محمد رضوان ندوی محبانِ اردو کے

ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں جنہوں نے قاضی جلال ہری پوری کے بکھرے ہوئے کلام کو بڑی ہی دیدہ ریزی کے ساتھ اکٹھا کیا اور اسے اس کتاب میں شامل کیا۔ اسلاف کے علمی و ادبی منتشر سرمایوں کو اکٹھا کرنا اور اسے کتابی شکل میں پیش کرنا تلاش و تحقیق و جستجو و آرزو کا مسئلہ بھی ہوتا ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ بڑی فنکارانہ مہارت کے ساتھ مولانا محمد رضوان ندوی نے اس بکھرے ہوئے ادبی سرمایہ کو کتابی شکل میں اردو دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔

مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقینِ کامل ہے کہ یہ کتاب ادبی حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور مولانا محمد رضوان ندوی صاحب آئندہ بھی ''سرمایۂ گزشتگان'' کی تلاش جاری رکھیں گے اور ہمارے ماضی کے ادبی سرمایوں کو نقش و نگار طاق نسیاں ہونے سے محفوظ رکھنے کی جانب اپنا ادبی سفر جاری رکھیں گے۔

○○○

قاضی جلال ہری پوری کی تخلیقی جمالیت پسندی

حقانی القاسمی

کلاسیکی ادبی روایت سے نئے عہد کا رشتہ کمزور ہوگیا ہے۔ ہومر، حافظ، خیام، کالیداس، سعدی شیرازی، شیکسپئر کے نام سے کچھ لوگ آ گاہ تو ضرور ہیں مگر براہ راست ان کی مکمل تخلیقی شخصیت سے قبسِ نور کے باب میں محروم ہیں۔ اس وجہ سے فکر و احساس، زبان و بیان کی سطح پر ضعف اور جمود طاری ہے۔

آ ج کا دور مصنوعی ذہانت (Artificial intelligence) کا ہے اور پھر میکانیکی جبریت کی وجہ سے بقول ایلیٹ:

Where is the wisdom we have lost in knowledge
Where is the knowledge we have lost in information.

صورت حال بہت نازک اور گمبھیر ہے، پس سائنسی سماج میں ادب کا مستقبل خطرے سے دوچار ہے۔ تکنالوجی کے تسلط نے نہ صرف man کو mouse بنادیا ہے بلکہ تخلیقی فکر کو بھی بہت حد تک متاثر کیا ہے اور کلاسیکی عہد اور اس کی یادوں سے رشتہ مکمل طور پر نہ سہی مگر جزوی طور پر ضرور منقطع کر دیا ہے۔

قاضی جلال ہری پوری کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے کلاسیکی تخلیقی وراثت کا نہ صرف مطالعہ کیا ہے بلکہ اس کی آ ہٹوں کو اپنے احساس و اظہار میں ڈھالا ہے۔ اپنے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

فن کارانہ تخیل سے تخلیقی احساس و اظہار کو نئی شکل عطا کی ہے۔ قاضی جلال کے شعری علائم، تشبیہات اور استعارات وہی ہیں جو کلاسیکی شاعروں کے ہیں۔ مگر طرزِ ادا اور اسلوب کی ندرت اور جدت کی وجہ سے 'قیس' سے ان کی رہ گزر الگ ہوگئی ہے۔

قاضی جلال ہری پوری نے بیشتر شعری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے اور اپنی تخلیقی قوت سے یہ باور کرایا ہے کہ راہ مضمون تازہ بند نہیں۔ گو کہ ان کی فکریات اور لفظیات میں کلاسیکیت کا التزام ملتا ہے۔ وہی ساقی، وہی میکدہ، وہی زلفِ جاناں، وہی رخِ تاباں، وہی شام و ہی صیاد وہی قفس، وہی گل، وہی بلبل۔ سارا لطف ونشہ بادہ کہن کا سا ہے، مگر انہوں نے اپنی تخلیقیت اور Sensitivity کو ایک نیا Collagen بھی عطا کیا ہے:

روئے روشن پر جھکی زلفِ سیاہ
ہوگیا اوجھل سویرا شام سے

سرخ ہونٹوں کے تلے، دانت وہ اجلے اجلے
آگ میں برف چھپی ہے، یہ گماں ہوتا ہے

متاعِ دل کے بدلے میں، ملا ہے درد الفت کا
خریدی ہے بڑی قیمت سے، یہ جنسِ گراں ہم نے

کبھی خوابوں میں آئے اور کبھی آئے تصور میں
تمہاری یہ نوازش ہائے پیہم، ہم نہ بھولیں گے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

مصروف ہوں تلاش میں لیلیٰ نگار کی
گزرا ہے قیس جس سے یہ وہ رہگزر نہیں

کسی کی زلف کی مشکیں مہک معلوم ہوتی ہے
کہاں سے آرہی ہے، یہ نسیم دل کشا جانے

قاضی جلال کی جمالیاتی حس بیدار اور بلند ہے۔ ان کی شاعری میں جو جمالیاتی پیکر تراشی ملتی ہے وہ ان کے حواس کی فعالیت اور اظہار کی قوت کا بین ثبوت ہے۔ جمالیاتی تصورات اور احساسات سے منور یہ اشعار ان کی تخلیقی جمالیت پسندی اور رعنائی اظہار کا غماز ہیں:

یہ مشکیں زلف یا مارِ سیہ گنجِ کہن کا ہے
حنائی دست ہے یا خوں شہیدِ بے کفن کا ہے

تمہارا عارضِ تابندہ ہے یا ہے مہِ کامل
درخشاں گوہر دنداں ہے یا موتی عدن کا ہے

یہ آنکھیں ہیں تمہاری یا کہ ہیں دو پھول نرگس کے
نہالِ قامتِ رعنا ہے یا سروِ چمن کا ہے

اس نوع کے بہت سے اشعار قاضی جلال کے ہاں ملتے ہیں جو اپنے لفظی

اور فنی درو بست کے اعتبار سے نہایت مستحکم اور توانا ہیں۔

قاضی جلال ہری پوری میں بے پناہ تخلیقی وفور اور جوش ہے۔ان کی تخلیقی توانائی اور تحرّک کی نمود ان غزلوں میں بھی ہوئی ہے جو مصرعۂ طرح کے التزام میں انہوں نے لکھی ہیں۔اس طرح کی تضمین سے بھی تخلیقی قوت کا اندازہ لگانا قدرے آسان ہوتا ہے۔"کروٹیں آگ کے بستر پہ بدلنا سیکھو" جیسے طرحی مصرعہ کی توسیع کے طور پر ان کے یہ شعر دیکھیں:

ہے تڑپ بوسۂ لب کی جو تمہارے دل میں
پائے محبوب میں گیسو سے لپٹنا سیکھو
کوئی نمرود تمہیں دے نہ سکے گا ایذا
"کروٹیں آگ کے بستر پہ بدلنا سیکھو"

قاضی جلال ہری پوری کی تخلیقات میں قدیم تلمیحات کا بھی ہنر مندانہ استعمال ملتا ہے۔

اور ان کی شاعری میں اس قدیم تلمیح کی بھی ایک نئی اظہاری اور معنیاتی تعبیر سامنے آتی ہے:

مثلِ موسیٰ ہوگئے بے ہوش ہم
برق جب چمکی جمالِ یار کی
دمِ عیسیٰ کی تیرے ہونٹ میں تاثیر رکھی ہے
رخِ پر نور میں مہتاب کی تنویر رکھی ہے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

کاش تو خواب ہی میں جلوہ دکھادے مجھ کو
ابنِ مریم کی طرح آکے جلادے مجھ کو

قاضی جلال ہری پوری کی غزلوں میں رمزیت،ایمائیت اور معنوی تہہ داری ہے:

بپا سیلاب ہے یارو ! جہاں میں میری آنکھوں سے
شبِ فرقت، خیالِ یار میں آنسو رواں ہو کر
لہو دے دے کے جس بلبل نے گلشن کو سجایا تھا
اسی پر آج قہر آگیں نگاہِ باغباں کیوں ہو

قاضی جلال ہری پوری کے ہاں خوب صورت منظر نگاری ملتی ہے۔محا کاتی عناصر کی وجہ سے ان کی بعض تخلیقات کی تاثیر میں تبدیلی آئی ہے۔ "تخیل کی پری" ان کی ایک ایسی ہی محا کاتی عنصر پر مبنی تخلیق ہے جس سے ان کی مشاہداتی قوت کے ساتھ نفسیاتی بصیرت اور لسانی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے:

یاد آئے گا مجھے یہ زندگی بھر بار بار
شام کا منظر حسیں کٹیہار کی دلکش بہار
ایک دن شوقِ سفر نے گھر سے باہر کردیا
جاکے دلکولہ ہوا میں ریل گاڑی پر سوار
الغرض سیٹی بجی گاڑی چلی تیز ہوگئی
جس طرح چلتی سویرے ہے نسیمِ خوشگوار

کیا بتاؤں راہ میں کیا کیا مجھے آئی نظر
بستیاں آبادیاں سوکھی زمیں اور کہسار
چند گھنٹوں کی مسلسل تیز رفتاری کے بعد
مجھ کو گاڑی نے دیا کٹیہار جنکشن میں اتار
سامنے آنکھوں کے اک بجلی چمک کر رہ گئی
تختۂ پل پر قدم کو جوں ہی رکھا خاکسار
اک حسینہ مہ لقا کافر ادا جادو نگاہ
جس پہ تارے ہو رہے تھے آسماں پر سے نثار
جس کے رنگیں ہونٹ کرتے تھے شفق سے ہمسری
جس کے گل رخسار میں تھے رنگ و بوئے صد بہار
عالم دو شیزگی تھا پندرہ سولہ کا سن
اور حبابِ نور کی ہم شکل جوبن کا ابھار
آسمانی رنگ کی ساڑی ، دو پٹہ اوڑھ کر
پل کا دستانہ پکڑ کے تھی کھڑی وہ مہ نگار

اس کے آگے کا منظر المیہ ہے۔ اس طربیہ کا اینٹی کلائمکس المیہ ہے۔ اس نوع کی اور تخلیقات ہیں جو ان کے لسانی ادراک اور تخلیقی شعور کا مکمل ثبوت پیش کرتی ہیں۔
قاضی جلال ہری پوری کی شاعری کلاسیکی تغزل کا بہترین نمونہ ہے۔ معنوی

بلاغت، صوتی لطافت اور ذہنی صلابت کے اعتبار سے ان کی شاعری معتبر اور مستند ہے۔ ان کی غزلوں میں کلاسیکیت کی جو خوشبو ہے، وہ انہیں ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ ان کی غزلیں، ان کلاسیکی شاعروں کی موجودگی کا احساس دلاتی رہیں گی، جن کی غزلوں میں مشکِ ختن کی خوشبو ہے۔

قاضی جلال ہری پوری کی شاعری میں داخلی جذبے اور احساس کا حسن ہے۔ Botox کی بیوٹی نہیں، اس لئے اس شاعری کی زندگی پر عمر کے منفی اثرات حاوی نہیں ہوں گے۔ یہ غزلیہ شاعری ہمیشہ جوانِ رعنا کی طرح شاداب اور سرسبز رہے گی۔

○○○

قاضی جلال ہری پوری کی غزل گوئی

ڈاکٹر پروفیسر محمد رضوان الحق ندوی

صدر شعبۂ اردو و فارسی مارواڑی کالج، کشن گنج، بہار

قاضی جلال ہری پوری بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔غزل اردو شاعری کی جان بھی ہے اور آبرو بھی۔اردو کا ہر شاعر غزل گو ہے، اگر چہ دوسری اصناف میں بھی ان کے بڑے وقیع اور قیمتی تخلیقات ہیں، لیکن اصل طبع آزمائی کا میدان غزل ہی رہی ہے۔دل کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے غزل ہی سب سے موزوں صنف ہے۔ دل پر طاری ہونے والے احوال اور ان حالات سے جو دل تاثر لیتا ہے اس کی پیکر تراشی نہیں ہو سکتی ہے۔بس وہ احوال ہیں، کوائف ہیں، دل محسوس کرتا ہے، زبان انھیں بیان کر دیتی ہے۔سامع اور قاری ہم نوا ہو جاتا ہے۔دل کی بات ہے یہ دل سے نکلتی ہے اور دل پر اثر کرتی ہے۔ابتدا سے یہ صنف اسی کام آتی رہی ہے۔چنانچہ اس میں تجربات، احوال و کوائف تو اہلِ کیف کے ہوتے ہیں، لیکن مزاج، آہنگ اور پیرایۂ بیان یکساں اور وہی کلاسیکی ہوتا ہے۔ یہ کلاسیکی رنگ ہے اور یہ غزل ہی پر چڑھتا اور چڑھایا جاتا ہے۔اس کو دھو پونچھ کر صاف کر دینے سے غزل کا رخِ زیبا پہچان میں نہیں آپائے گا۔اسی وجہ سے اظہار کے علائم میں یکسانیت ہوتی ہے۔

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

مصطلحات مثلاً قیس وہی ہوتا ہے جو پہلا صاحبِ دل کا رمز تھا لیکن ہر شاعر کا قیس جدا ہے ۔ ہر 'مے ناب' کا مزہ الگ ہے ۔ ہر عاشق کا 'عشق' اپنا ہے، تجربہ اپنا ہے، راز دروں اور سوز بھی اپنا ہے، بیاں اپنا ہے:

چمن کے پھول پہ جس کا ہے حق وہی بلبل
قفس میں بند ہے وقتِ بہار کیا کہئے

وقت بہار میں قفس میں بند بلبل جلال ہری پوری کی اپنی سرگزشت ہے ۔ یہ ان کا اپنا تجربہ اور اپنی حالت ہے لیکن قفس، بلبل اور بہار وہی مصطلحات ہیں جو متقدمین شعرا کے استعمال میں آئے ۔ اب بھی یہ استعمال ہے اور آئندہ بھی ان سے مصرف میں لیا جاتا رہے گا ۔ لیکن اس مصرف میں تجربہ صاحبِ دل اور سخن ور کا ہوگا ۔ ۔ جلال کے تجربے میں ان کی اپنی حالت کا بیان ہے یہ ان کی اپنی کہانی ہے ۔ اپنے ناساز گار حالات کا بیان ہے اور انداز بڑے لطیف طنز کا ہے ۔ 'کیا کہئے' بڑی معنویت لئے ہوئے ہے یہی اس کی ندرت ہے ۔ سادہ انداز لطیف و گہرا طنز اس طرح کلاسیکی انداز میں اپنے کیف وفکر کو پیش کرنے کا یہ جلال کا اپنا رنگ ہے اور دل کش ہے ۔

تعبیرات میں ندرت سے معنیٰ میں تاثیر پیدا کرنا جلال کے کلام کا خصوصی وصف ہے ۔ غم والم کے ماحول میں مسرت وانبساط کا موقع ڈھونڈ نکالنے کی کیسی کامیاب کوشش کی ہے:

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

اندھیری رات سے اے دل ! نہ گھبرا

اُجالے کی یہی پیغام بر ہے

رات کی تاریکی نے ابتدا سے ہر شاعر کو کاٹ کھایا ہے۔ رات کی تنہائی میں محبوب کی یاد بہت زور آور ہو جاتی ہے۔ سرِ شام ایک جھلک کا بھی کوئی امکان نہیں ہوتا ہے ایسے میں دل بہت گھبراتا ہے۔ جلال سمجھاتے ہیں کہ آخر تو سحر ہوگی نقل و حرکت شروع ہوگی، تنہائی دور ہوگی، سر بام میں کیا ادھر اُدھر چلتے پھرتے دید و شنید کا موقع نکل آئے گا۔ یہ تاریکی بڑا خوش گوار اجالے پر ختم ہوگی۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ بیان کی ندرت جلال کا انفراد ہے۔

صنم کی زشت خوئی بیان کرنے کا کیسا انوکھا انداز ہے جلال کا:

مانا صنم کہ تم سا کوئی خوبرو نہیں

پر جس طرح کہ تم ہو تمہاری ہے خو نہیں

صنم عہد شکن ہوتا ہے۔ اس عہد شکنی کی شکایت کیا محض یاد دہانی سے مرہم ہو جاتا ہے۔ پھر ایسی دشنام طرازی پر اتر آتا ہے کہ کہا نہیں جا سکتا۔ اس خوبرو کی خو اچھی نہیں ہے۔ ماحول جب ذرا پرسکون ہوا تو یاد دہانی کے انداز میں جلال نے شکایت کی اور ''تمہاری ہے خو نہیں'' کی تعبیر سے ''محبوبیت'' کے مرتبے کو بھی ملحوظ رکھا اور راہِ عشق میں اپنی رسوائی کو بھی بیان کر دیا۔ احوال و کوائف کو الفاظ میں اسیر کرنے اور سوزِ درروں سے پیرایہ بیان کو موثر بنانے کی یہ اچھی مثال ہے۔

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

جلال اپنے محبوب کے تئیں مقامِ استخلاص پر فائز تھا۔ جنت اور حور میں بھی وہ اپنے محبوب اور اس کی گلی کو دیکھتا تھا کوئی بھی دوسرا حسن اور حسین تذکرہ اس کو لبھا نہ سکا:

ہوا جنت و حور کا تذکرہ جب
گلی ان کی اور وہ صنم یاد آئے

اتنا ہی نہیں، جلال اپنے محبوب کا کس حد تک ہو کر رہ گیا تھا یہ انہی کی زبانی سنئے:

نظر آئی قوسِ قزح آساں پر
ہمیں ان کی ابرو کے خم یاد آئے

محبوب اور ان کا سراپا ہی جلال کے لئے پرکشش تھا اور کوئی حسن ان کی نظر میں کھپ نہیں پایا۔ آخر یہ کس دل ربا کی سحر کاری تھی؟ آیئے ان اشعار کو دیکھیں:

ہجومِ رنج و غم، حرمان و حسرت، یاس و ناکامی
کہاں جز اس کے، نخلِ عشق میں کوئی ثمر دیکھا

حجابِ ابر میں غیرت سے سورج ہوگیا پنہاں
تمہارے حسن کی دل کش جھلک جب بام پر دیکھا

رنج و غم، حرمان نصیبی، حسرت و یاس، ناکامی پھر انجام کار کے طور پر آہ و بکا اور فغاں و فریاد تو عاشق کا مقدر ہی ہے لیکن ''کہاں جز اس کے نخلِ عشق میں کوئی ثمر دیکھا'' کی تعبیر جلال کے طبع رسا کی اپج معلوم ہوتی ہے۔ ویسے بھی کھجور کا درخت صحرا و بیاباں میں عاشق کے لئے 'سنگِ میل' کا کام آتا رہا ہے جس سے اس کو منزل کا نشان ملتا رہا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

ہے۔اس منزل کی طرف تیزی سے بڑھتے رہنے میں درمیان کے ببول کے درختوں کے کانٹے عاشق کے پیر کو چھلنی اور لہولہان کرتے رہے ہیں۔معشوق کو نہ ملنا ہے وہ کبھی بھی نہ مل پایا ہے۔نتیجے میں رنج وحرمان، یاس وناکامی مقدر سے ملتی رہی، اس مشرقی دیار پورنیہ، کشن گنج،ارریہ، کٹیہار اور اطراف میں جوٹ اور ارہر کے کھیت، جگہ جگہ آم، تاڑ اور پیپل کے پیڑ اور پھر جہاں تہاں خاردار تن پیڑ کے پیڑ میں نخلِ عشق کے یہ ثمرات تو آتے ہی رہے ہوں گے ان میں بھی۔

دوسرا شعر بھی عجیب وغریب ہے۔ماحول اور پس منظر یہ ہے کہ دن کا وقت ہے سورج پورے آب وتاب کے ساتھ پہنائے فلک کو طے کر رہا ہے۔فضا صاف اور دن چڑھا ہوا ہے۔اپنے کسی ذاتی تقاضے سے بے مثال حسن کا مالک محبوب اپنے کوٹھے کے بام پر آیا ٹھیک اسی لمحہ بادل کا ایک سایہ ٹکڑا کسی طرف سے ہوا کے دوش پر تیرتا ہوا آیا اور سورج اور محبوب کے کوٹھے اور اطراف کے درمیان حائل ہو گیا سورج اوٹ میں ہو گیا۔اس کی پُر جلال چمک اور آنکھوں کو خیرہ کرنے کی کیفیت ماند پڑ گئی۔ جلال کے عندیہ نے کہا کہ یہ اس کے محبوب کے حسن عالم تاب کا کرشمہ تھا کہ سورج پھیکا پڑ گیا۔اسے غیرت آئی اور وہ بادل کے اوٹ میں چھپ گیا۔اب شعر پڑھئے:

حجابِ ابر میں غیرت سے سورج ہو گیا پنہاں
تمہارے حسن کی دل کش جھلک جب بام پر دیکھا

تخیل کی یہ پرواز موقع کے لحاظ سے مبالغہ آرائی کے باوجود مبالغہ آمیز نہیں

معلوم پڑتی ہے۔قاری، ناقد ہر کوئی اسے 'بجا' اور موقع کے مناسب ہی خیال کرتا ہے ۔جلال اسی طرح کے شعر کہتے ہیں جو شعور کے عکاس بھی ہوتے ہیں اور جذبات کے ترجمان بھی۔اس سے شعر میں دل کشی بھی پیدا ہوتی ہے اور تاثیر میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔بڑے خوبصورت اشعار ہیں:

ہجر کی اس شام کو دیکھئے۔اندازِ بیان میں ندرت کے ساتھ کیسی وارفتگی اور کیسا جوش ہے:

تری شامِ جدائی میں نہ موت آئی نہ خواب آیا
نئے رنگ روپ میں لحظہ بہ لحظہ اضطراب آیا

اضطراب کا نیا رنگ روپ کہ شاید بزرگوں نے حالات کو بھانپ کر قدغن لگا دیا اور سختی شروع کردی۔اگر ایسا ہے تو عاشق کے اضطراب کا اندازہ کچھ اسی کو ہوسکتا ہے جس کو ایسی لاگ سے سابقہ پڑا ہو، یا یہ کہ عین وقت نصیب دشمناں محبوب کی طبیعت ہی ناساز ہوگئی ہو، تو پھر کیسی تکلیف ہے؟ پاس کوئی پرسان ہے یا نہیں، یا یہ کہ محبوب پھر عہد شکن نکلا یا پھر رقیب سے پینگیں بڑھا رہا ہے۔طرح طرح کے خدشے، شک اور اندیشے ہیں جن میں عاشق زار مبتلا ہے۔ یہ بڑی کربناک گھڑیاں ہیں اور یہ مسلسل ہیں۔اس پر طرہ یہ کہ موت ہی آجائے اور قصہ تمام ہوجائے ،ایسا بھی نہیں ہوتا، ایسا ہی ہوجاتا کہ کہ انتظار میں تھک کر چور آنکھیں بند ہوجاتیں اور نیند کا ایک جھونکا ہی آجاتا کہ اس کربناک کیفیتوں سے آرام مل جاتا یعنی طرح طرح کی پریشانیوں اور اندیشوں کی یلغار ہوتی رہی'' نہ موت آئی نہ خواب آیا'' نے بڑی

قوت، جوش اور تاثیر پیدا کیا ہے۔

جلال کے اشعار میں محبت تجسیم سے ہم کنار معلوم ہوتی ہے:

نیا دیوانہ ہوں مجھ کو نئی زنجیر سے باندھو

پرانا انتشارِ زلف میرا دام کیا ہوگا

کسی کے عشق میں گرفتار ہونے کا ایک انداز یہ تھا کہ کسی طور پر معشوق کا جلوہ میسر آجائے یا اس کی زلفیں ہوا کے دوش پر لہرائیں، نظر سے نظر ملی دل گھائل ہوا اور عاشق انہی لہراتی زلفوں کا اسیر کا ہوگیا۔ اب رات دن ایک تصور ہے اور اس طرح کاربارِ عشق چل رہا ہے۔ کسی ایسے تجسیمی اقدام کی جرأت نہیں ہوتی تھی جو چھچھورے پن کو ظاہر کرے اور سماج میں بدنامی کا سبب بنے۔ یہ قدروں کی پاسداری کا دور تھا۔ یہ قدریں ٹوٹنے لگیں، انداز بدلا۔ معشوق کو کوٹھے پر چلمن کے پیچھے سے جلوہ نمائی کی روش پسند نہ رہی۔ حسن کا جلوہ عام ہوگیا۔ ایسے میں وہ زلفوں کا اسیر ہونا اور تصورات میں کھوئے رہنا کہاں کسی عاشق کی مجبوری رہی۔ بلکہ اب تو ایک عاشق کو بنالینا معشوق کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل زلفوں کو لہرانے سے نہیں بلکہ بانہوں کی زنجیر میں گرفتار کر لینے سے ہی ہوسکتی ہے۔ اب عشق دل کا پاکیزہ معاملہ نہیں ہوس کا گندا کھیل بن گیا ہے۔ اب عشق دلوں کے ملنے کا نام نہیں بلکہ جسمانی لذت کوشی کا معاملہ ہے۔

جلال جہاں محبوب کو وصل کی ترغیب دیتے ہیں وہیں خبردار بھی کر رہے ہیں

کہ ہوس کا کھیل عام ہو چکا ہے۔ زمانہ، ماحول، مزاج کے تغیر اور فساد نے جلال کو جھنجھوڑ دیا۔ دل میں ٹیس اٹھی اور زمانے کی لے میں بہہ گئے:

نیا دیوانہ ہوں مجھ کو نئی زنجیر سے باندھو
پرانا انتشارِ زلف میرا دام کیا ہوگا

لیکن جلال قدروں کے پاسدار تھے۔ عاشق کی پارسائی اور عشق کی پاکیزگی پر بھنورے کی نادانی سے داغ لگانا ان کو بالکل پسند نہ تھا۔ ان کے نزدیک زندگی میں عشق کا مقصد صرف یہ تھا:

جمال یار کا کرتا رہوں ہر وقت نظارہ
اسی شغلِ حسیں میں زندگی کی شام ہوجائے

تلمیحات جلال کے کلام میں جوش اور تاثیر پیدا کرنے کے کام آتی ہیں۔ عاشقِ صادق کی نگاہ میں جنتِ شدّاد ارم تو کوئی حسن اور کشش رکھتی ہی نہیں ہے۔ کوچۂ بازار میں جو سکون میسر آتا ہے، جو آرام جان نصیب ہوتا ہے، جتنی اس میں کشش اور دل کشی ہے ارم میں وہ کہاں؟

عشق تو زخم اور دل شکستگی لے کر آتا ہی ہے۔ جلال کو اس ناکامی سے سابقہ پڑا ہے:

جس طرح ٹوٹ کے شیشہ نہیں جڑتا ہے جلالؔ!
خانۂ دل بھی جو اجڑا ، ہوا آباد کہاں

مشبہ و مشبہ بہ پر اہلِ فن بات کر سکتے ہیں۔ لیکن جلال اس بات کے کہنے میں کامیاب

ہیں۔قاری شعر پڑھ کر اجڑے دل ہی کی طرف جھانکنے لگتا ہے اور شریکِ غم ہو جاتا ہے۔ویسے بھی تشبیہ میں ہر ہر جزو اور حالت کا من وعن مشابہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

گردشِ ایام کو فہمائش کا یہ انداز یقیناً جداگانہ اور ندرت آمیز ہے:

بدل جائے جو صبحِ وصل سے شامِ جدائی تو
تمہیں نقصان آخر گردشِ ایام کیا ہوگا

قیؔس کے مسکن پر اپنے مسکن کی برتری پھر قیؔس پر اپنی برتری کا یہ انداز نرالا ہے:

جنابِ قیؔس کو دیکھو کوئی نسبت رہی مجھ سے
وہاں ویرانہ مسکن تھا یہاں مسکن ہے ویرانہ

سماجی ناہمواریاں اور معاشرتی خرابیاں وہ کانٹے ہیں جن کی چبھن سے شاعر تلملا اٹھتا ہے۔حساس دل ان زخموں کی ٹیس سے بے چین ہو جاتا ہے۔پھر دل کی بھٹی میں تپا کر انہیں الفاظ کے قالب میں ڈھالتا ہے جو اس سماج کا آئینہ ہوتا ہے۔

جلال کے ایسے زخموں کو بھی انہی کے الفاظ کے آئینہ میں دیکھا جائے:

اسی دنیا میں تھی انسانیت بھی کس طرح مانوں
یہاں تو چارسو دیکھی ہے بس حیوانگی میں نے

جلاؔل! اس دور میں افراط ہے ہر چیز کی لیکن
زمانے میں اگر کمیاب ہے تو جنسِ انساں ہے

جہاں مامن سمجھ کر ہم جلاؔلِ بے نوا پہنچے

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

مگر تقدیر اپنی وہ بھی ایک صیّاد کا گھر تھا

تو خونِ دل رہا پیتا وہ خونِ قوم و ہمسایہ

جلاؔلِ بے نوا کیا تو بھی گاؤں کا مہاجن تھا

کوتوال شہر کے ہیں معلوم ہو رہا تھا

قزّاق تھے مگروہ بھیس اپنا یوں بدل کے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جلال کا کلام اچھی شاعری کے زمرے میں رکھے جاسکتے ہیں ۔لب ولہجہ دلکش ، الفاظ کے دروبست نہایت موزوں ، اندازِ بیان میں ندرت اورتاثیراوران کے یہاں رجائیت قنوطیت کوزیر کئے ہوئے ہے۔غزل کے مزاج سے جلال کا ہرشعر آشنا ہے ۔جلال بڑے کامیاب غزل گوشاعر تھے ۔ بڑے مزے کے اشعار ہیں ان کے ۔جلال شاعری کی دنیا میں ایک منفرد پہچان رکھتے ہیں اور یہ شناخت ان کو ہمیشہ شعروادب کی دنیا میں نمایاں اورزندہ رکھے گی جن کا احساس انہیں بھی تھا انہیں کا شعر ہے ملاحظہ فرمائیں:

تم نے یہ پایا کہاں حسنِ تکلم اے جلاؔل !

تم کو حاصل کب یہ اندازِ فصیحانہ ہوا

قاضی جلال ہری پوری کی شاعری منزل بہ منزل

اکمل یزدانی جامعی

قاضی جلالؔ ہری پوری نے زیادہ تر غزلیں کہیں ہیں ۱۹۳۶ء میں اپنے طالبِ علمی کے زمانے میں جو غزلیں لکھی ہیں۔ ان میں سے دو غزلوں کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

پڑا ہوں ہجر میں یارو ! کسی کا خستہ جاں ہوکر
کروں کیا شاعری اب میں نحیف و ناتواں ہوکر

الٰہی! روز و شب شام و سحر ہے آرزو اپنی
گزاروں زندگی ان کی گلی کا پاسباں ہوکر

جلالؔ! ایامِ طفلی میں یہ رنگیں شاعری تیری
زمانے میں کرے گا نام پیدا تو جواں ہوکر

اک ادائے خاص سے وہ مسکرا کر چل دیے
خرمنِ دل پر مرے بجلی گرا کر چل دیے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

ڈھونڈتی ہی رہ گئی میری نگاہِ منتظر
پاؤں سے تابوت پر ٹھوکر لگا کر چل دیے

۱۹۴۶ء میں یعنی دس سال بعد قاضی جلالؔ ہری پوری نے جو غزلیں لکھی ہیں ان میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

محمد شہنشاہِ کون و مکاں ہے
خدائی میں نورِ خدا کا نشاں ہے
جبینِ محبت کے سجدوں کا محور
ترا سنگِ در ہے ترا آستاں ہے
جلالِؔ حزیں ہے وہ آقا ہمارا
جو ختم الرسل ہے شہہِ انس و جاں ہے
تاب اب تو اتنی دوری کی نہ لا پائیں گے ہم
یا رسول اللہ غمِ فرقت سے مر جائیں گے ہم
روضۂ اقدس پہ بلوا لیجئے شاہا! ہمیں
کب تلک مہجور رہ کر لختِ دل کھائیں گے ہم

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

آفتابِ حشر کی گرمی کا کیا خطرہ جلالؔ !

سایۂ دامن میں ان کے جا اگر پائیں گے ہم

۱۹۴۹ء کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ہوگئے سرشار پیدا بیخودی ہونے لگی

میکدہ جب تری جلوہ گری ہونے لگی

بس بھرے کانٹے ہیں اس میں ہر قدم ہے خار دار

عشق بازی بھی کوئی کیا دل لگی ہونے لگی

۱۹۵۰ء کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

دل کی کلی ہی کھل نہ سکے جس بہار میں

چولہے میں جھونک دیجیے ایسی بہار کو

عُشّاق کا ہے کھیل ہی دارو رسن جلالؔ!

کیا اہمیت ہے سانحۂ رقصِ دار کو

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۱۹۵۲ء کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

کیا بات ہے آنکھوں کے اشارے نہیں ہوتے
چھپ چھپ کے لبِ بام نظارے نہیں ہوتے
اس فخرِ رسالت کی جو تخلیق نہ ہوتی
یہ چاند، یہ سورج یہ ستارے نہیں ہوتے
دمِ عیسیٰ کی تیرے ہونٹ میں تاثیر رکھی ہے
رخِ پُرنور کی مہتاب میں تنویر رکھی ہے
جلالؔ بے نوا اس مختصر سی عمر میں تو نے
بتا دنیا میں ناکردہ کوئی تقصیر رکھی ہے
ہماری میکشی کا الگ انداز ہے یارو!
کہ ہم ساقی کی آنکھوں سے سبو کا کام لیتے ہیں
ہمیں ہندوستاں کے ذرے ذرے سے محبت ہے
اگرچہ مذہباً اسلام کا ہم نام لیتے ہیں
جلالِ بے نوا جیسی بھی ہو لکھتے چلو غزلیں
ہم اس پر کیا کسی سے داد یا انعام لیتے ہیں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۱۹۵۳ء کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

بہت گاڑھی چھنی ہے ان دنوں رندوں سے زاہد کی

بہم ہیں کفر اور اسلام کیسا انقلاب آیا

نکیرانِ لحد چھیڑو نہیں ان کے غلاموں کو

شفیعِ عاصیاں قرآن میں جن کا خطاب آیا

جلالؔ بے نوا توبہ اکارت ہی گئی ، جس دم

سنور کر سامنے وہ پیکرِ حسن و شباب آیا

تمہارے چاہنے والے پہ جورِ آسماں کیوں ہو

محبت کرنے والا دل نوا سنجِ فغاں کیوں ہو

زبانِ حال ہی تو ترجماں ہے سوزشِ دل کی

مری رودادِ غم منت کشِ لفظ و بیاں کیوں ہو

کوئی تازہ ستم سوچا ہے تم نے آج پھر شاید

جلالؔ بے نوا پر ورنہ اتنا مہرباں کیوں ہو

جلال کے یہاں اچھے اشعار کی کمی نہیں کچھ مختلف غزلوں کے اچھے اشعار

ملاحظہ فرمائیں:

نبض ٹھنڈی ہوگئی بیمار کی
دل میں حسرت رہ گئی دیدار کی

مجھ سے پردہ غیر سے بے پردگی
کیا نرالی شان ہے دلدار کی

اگر پیدا جہاں میں وہ شہِ ذی شاں نہیں ہوتا
کسی کے ناصیہ میں جلوۂ ایماں نہیں ہوتا

دنیا نے میری موت پہ آنسو بہا دیے
اک ان کی آنکھ صرف اکیلی تھی تر نہیں

اوروں کا دیکھتے ہو دامن کو غور سے
اپنا مگر جلاؔل تمہیں کچھ خبر نہیں

غمِ الفت سے ناواقف ہمارا حال کیا جانے
جو وارفتہ کسی کا ہو وہی یہ ماجرا جانے

نہ پوچھو زخم کھا کر مسکرانے میں مزہ کیا ہے

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

حقیقت اس حلاوت کی محبت آشنا جانے

کسی کی زلف کی مشکیں مہک معلوم ہوتی ہے

کہاں سے آ رہی ہے یہ نسیمِ دل کشا جانے

چمن کے پھول پہ جس کا حق وہی بلبل

قفس میں بند ہے وقتِ بہار کیا کہیے

غمِ حیات سے فرصت نہیں ہے اک لمحہ

کسی سے حالِ غمِ روزگار کیا کہیے

تصادم دو نگاہوں کا وہ پیہم ہم نہ بھولیں گے

تمہارے مسکرانے کا وہ عالم ہم نہ بھولیں گے

کبھی خوابوں میں آئے اور کبھی آئے تصور میں

تمہاری یہ نوازش ہائے پیہم نہ بھولیں گے

جلالِؔ بے نوا کو کرکے زخمی تیغِ ابرو سے

پلٹ کر پھر لگانا خود ہی مرہم ہم نہ بھولیں گے

جب رخِ روشن پہ تیرے ، زلف کا سایہ ہوا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

تیرگی عالم میں چھائی رات کا دھوکا ہوا

قطرہائے اشک کی یہ غم گساری آفریں
ان کے بہہ جانے سے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا

انگلیاں اٹھنے لگیں خلقت تماشائی ہوئی
جس طرف گزرا تمہارے در کا ٹھکرایا ہوا

پیکرِ حیرت بنا زعمِ غلط جاتا رہا
سامنے آکر ترے شرمندہ آئینہ ہوا

نگاہِ شوق نے میری جہاں دیکھا جدھر دیکھا
اسی کو جلوہ گر ہر سو بہ اندازِ دگر دیکھا

ہجومِ رنج وغم ،حرمان وحسرت ، یاس و ناکامی
کہاں جز اس کے نخلِ عشق میں کوئی ثمر دیکھا

جبینِ شوق میں سجدے نیازوں کے تڑپ اٹھے
نگاہِ جستجو نے جب کسی کا سنگِ در دیکھا

آئی بہار لے کر بزمِ طرب چمن میں

بلبل چہک رہی پھولوں کی انجمن میں

ہر ذرۂ وطن کی تصویر سامنے ہے

پر دیس میں ہے قالب دل ہے مگر وطن میں

تھام لو ہو کے فنا ، اپنی بقا کا دامن

ڈوب کر قلزمِ الفت میں ابھرنا سیکھو

مثلِ پروانہ وہ خود ٹوٹ پڑے گا تم پر

صورتِ شمع محبت میں پگھلنا سیکھو

رہ گزر میں ہوں بہت دن سے پڑا میں آ کر

اس تمنا میں کہ ٹھوکر ہی لگا دے مجھ کو

موم ہے ، سنگ ہے، شیشہ ہے کہ آئینہ ہے

" آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتا دے مجھ کو"

رہ رہ کے تیری یاد ستائے تو کیا کروں

تیرا خیال دل سے نہ جائے تو کیا کروں

ہے خوف گرچہ ، آہ میں افشائے راز کا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

بے ساختہ نکل ہی جو آئے تو کیا کروں
وفاداری میں کیا رکھی ہے اب بھی کچھ کمی میں نے

لٹا دی تیرے قدموں پر متاعِ زندگی میں نے
ادب ملحوظِ خاطر ، احترام ان کا رہا دل میں

اگر چہ بے خودی میں بھی کبھی کچھ بات کی میں نے
اسی دنیا میں تھی انسانیت بھی کس طرح مانوں

یہاں تو چار سو دیکھی ہے بس حیوانگی میں نے
مجھے کیا ہوش آئے گا کہ ان مخمور آنکھوں سے

جلالِ بے نوا پی ہے شرابِ بے خودی میں نے
گھٹا چھائی ہے دورِ بادۂ گلفام ہو جائے

تمہارا نام ہو ساقی ہمارا کام ہو جائے
بہار آئی ہے ، آجائے اگر وہ یار گلشن میں

چمن ہو میکدہ ہر گل چھلکتا جام ہو جائے
جمالِ یار کا کرتا رہوں ہر وقت نظارہ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

اسی شغلِ حسیں میں زندگی کی شام ہوجائے

جلالِؔ بے نوا جوشِ جنوں میں بک رہے ہو کیا
کہیں کوئی تمہاری وجہ سے بد نام ہوجائے

بے سود ہیں یہ لالہ و ریحاں کے رنگ و بو
جب تم نہیں تو میرے لئے گلستاں نہیں

ایسا کھڑا ہوں ساکت و صامت حضورِ حسن
گویا جلالؔ منھ میں میرے زباں نہیں

پوچھنا ہے گردشِ ایام سے
کیا عداوت ہے دلِ ناکام سے

روئے روشن پر جھکی زلفِ سیاہ
ہوگیا اوجھل سویرا شام سے

چشمِ ساقی سے میں پیتا ہوں جلالؔ
مجھ کو کیا مطلب سبو سے جام سے

بھلا دیکھوں وہ مجھ سے کس طرح بچ کر نکلتے ہیں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

وہیں سر ٹیک دوں گا میں جہاں ان کا قدم ہوگا

کسی کامل کی صحبت میں کدورت سے مجلیٰ کر
سکندر کا یہی دل آئینہ اور جامِ جم ہوگا

ٹپک جائے تو ہے اس کی جگہ دامانِ رحمت میں
جو اک ناچیز قطرہ اشک کا پلکوں پہ لرزاں ہے

جلالؔ اس دور میں افراط ہے ہر چیز کی لیکن
زمانے میں اگر کمیاب ہے تو جنسِ انساں ہے

والد کے سر پہ قرض کا ہے بار تو رہے
پیسے مگر ہوں خرچ جہیز و برات میں

بد خواہ کوئی اپنا اگر ہے رہا کرے
میرا طریقِ کار جوابِ عدو نہیں

قلب و نظر میں حسرتِ دیدِ حجاز ہے
اس کے سوا جلالؔ کی کچھ آرزو نہیں

پیک ِ اجل کے سامنے سب سر جھکا دیے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

سر سے خمارِ بادۂ دو آتشہ گیا

بزمِ جہاں کی کونسی رونق گھٹی جلالؔ !

سوئے عدم جو تجھ سا کوئی ناسزا گیا

وہ میکش ہوں مسلسل بھر کے دینا ساقیا ! ہوگا

جو اک ساغر پہ بس کہہ دے وہ کوئی دوسرا ہوگا

تمہارا نام لب پر جبیں پر داغِ رسوائی

تمہیں اس شان سے محشر میں کوئی ڈھونڈتا ہوگا

جبینِ آرزو میں سیکڑوں سجدے ہیں ایسے بھی

کہ جن کا قبلۂ اول تمہارا نقشِ پا ہوگا

بزمِ جہاں کسی جگہ مستقل نہیں

اٹھ کر یہاں سے بچہ گیا نوجواں گیا

رفتار زندگی کے گزرنے کی آئی یاد

سوئے نشیب اوج سے سیلِ رواں گیا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

قومی یکجہتی:

جلاؔل حالاتِ حاضرہ سے غافل نہیں۔ان کے دل میں قوم وملت اور ملک کا درد ہے۔جس کا اظہار ان کی شاعری میں مختلف جگہوں پر موجود ہے۔ ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کا جو المناک حادثہ پیش آیا اس پر انہوں نے ایک نظم "ضمیر کی پکار" کے عنوان سے لکھی جس میں انہوں نے مسلمان اور ہندوؤں کو میل جول سے رہنے اور قومی یکجہتی کی فضا قائم کرنے کی پرزور اپیل کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

چلو اب مل کے پختہ عہد کر لیں اور قسم کھائیں
کئے پر اپنے پچھتائیں عمل سے اپنے شرمائیں
فضا پیدا کریں ہم دیش میں پھر بھائی چارے کی
کوئی طرزِ عمل سرزد نہ ہو ہم سے خسارے کی
رہیں ہم بھائی بھائی کی طرح باہم دگر مل کر
گزاریں زندگانی ہم بہم شیر و شکر بن کر
پکاریں ہم مصیبت میں تمہیں تم دوڑ کر آؤ
ہمیں بھی اپنے آڑے وقت میں تم یاد فرماؤ

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

یہی ہے وید کی تعلیم اور فرمودۂ قرآں

یہی انسانیت کا فرض ہے اے حضرتِ انساں !

انسانیت دوستی:

انسانیت کے علم بردار اور مبلغ قاضی جلال ہری پوری کو اس بات پر سخت رنج وملال ہے کہ دنیا سے انسانیت ناپید ہوگئی ہے، ہر فرد اپنی غرض کے پیچھے دیوانہ ہے۔ایسا لگتا ہے کہ انسانیت نام کی کوئی شے یہاں تھی ہی نہیں۔چنانچہ فرماتے ہیں:

اسی دنیا میں تھی انسانیت بھی کس طرح مانوں

یہاں تو چارسو دیکھی ہے بس حیوانگی میں نے

جلالؔ اس دور میں افراط ہے ہر چیز کی لیکن

زمانے میں اگر کمیاب ہے تو جنسِ انساں ہے

حب الوطنی:

جلال ہری پوری کو اپنے وطن ہندوستان سے بے پناہ محبت ہے۔ان کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

ہر ذرۂ وطن کی تصویر سامنے ہے
پردیس میں ہے قالب دل ہے مگر وطن میں
ہمیں ہندوستاں کے ذرے ذرے سے محبت ہے
اگرچہ مذہباً اسلام کا ہم نام لیتے ہیں

نظم نگاری:

قاضی جلال ہری پوری نے نظموں سے زیادہ غزلیں لکھی ہیں اور سب سے پہلے زیادہ تعداد میں غزلیں ہی لکھی ہیں وہ ایک انٹرویو میں خود فرماتے ہیں کہ ''مجھ کو غزل گوئی کا زیادہ شوق رہا اور غزلیں لکھتا رہا بعد میں نظم نگاری کی طرف بھی مائل ہوا۔''

جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے نظموں کے مقابلے میں غزلیں زیادہ لکھی ہیں۔ غزلوں میں ماشاء اللہ اچھے اشعار کی کمی نہیں جس کا نمونہ قارئین کرام کے سامنے پہلے ہی پیش کیا جا چکا ہے۔ مگر خیالِ ناقص میں جلال نظم نگاری کے میدان میں زیادہ کامیاب ہیں۔ اگر وہ اس طرف زیاہ متوجہ ہوتے تو ایک کامیاب نظم نگار ہوتے ویسے پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا۔ جلاؔل کی نظموں میں تسلسل

ہے روانی ہے۔آپ ان کی نظم ''تخیل کی پری'' پڑھئے اور راقم نے جو کچھ کہا اس پر غور کیجئے۔دلکولہ سے ریل گاڑی پر کٹیہار جا رہے ہیں۔کٹیہار میں کیا واقعہ پیش آیا کہانی لمبی نہیں ہے مگر جلالؔ کا اندازِ بیان، تسلسل، روانی، آمد، برجستگی کا ایک نمونہ ہے جس سے قاری اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔پھر میں آپ کی توجہ جلال کی نظم ''اپنی سلمٰی سے'' اور ''عورت'' کی طرف مبذول کراؤں گا اور عرض کروں گا کہ آپ ان کو بار بار پڑھیں اور خود فیصلہ فرمائیں کہ جلالؔ ہری پوری غزل گوئی کے میدان میں زیادہ کامیاب ہیں یا نظم نگاری کے میدان میں۔

چلتے چلتے ایک بات عرض کردوں وہ یہ کہ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں جلالؔ کا مزاج اور رنگ عاشقانہ ہے۔ان کی شاعری کی جڑیں سرزمینِ عشق میں پیوستہ نظر آتی ہیں۔اس کا اظہار جا بجا ان کی شاعری میں ملتا ہے۔ان کو حضورؐ سے محبت عشق کے درجے میں معلوم ہوتا ہے۔ان کی نعتیں اور نعتیہ کلام بہت عمدہ ہیں۔از دل خیزد بر دل ریزد کی مصداق ہیں۔میری نظر میں قاضی جلالؔ ہری پوری کی عظمت و اہمیت ان کے نعتیہ کلام کی وجہ سے زیادہ ہے۔نعت گوئی کے سلسلے میں جلال نے آہستہ خرام بلکہ

مخرام اور عرفی کی ہدایت:

عرفی ! مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است

آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

پر عمل کرتے ہوئے بہت کم نعتیں کہیں ہیں۔ کاش وہ ڈرتے ڈرتے اور اس راہ کے رہرو مشاہیر نعت گوشعرا کے زیرِ تربیت آگے بڑھتے جاتے تو ان کے نعتیہ کلام کا سرمایہ اور ہوتا۔ اب میں جلال کے کچھ نعتیہ کلام پیش کر کے آپ سے آپ کی تضیعِ اوقات کی معذرت چاہوں گا:

تعلق ہوگیا اس کا خدا سے

ملا جو حضرتِ خیر الوریٰ سے

مدینہ کی گلی رشکِ فلک ہے

منور ہے یہ نورِ مصطفیٰ سے

بلا لے یا رسول اللہ بلا لے

مجھے اس مرکزِ رنج و بلا سے

کلامِ قاضی جلال ہری پوری

تمنا ہے قریبِ سبز گنبد
کھڑا ہوکر بہت صدق و صفا سے

غمِ ہجراں کی ساری داستانیں
کہوں ایک ایک کرکے مصطفیٰ سے

قلم لکھتے ہوئے نامِ مبارک
ہوا شق ہیبتِ عز و علا سے

سلام اے تاجدارِ جملہ عالم
ہو تم پر اس جلاؔلِ بے نوا سے

جس کی خوشبو سے معطر ہے مشامِ دو جہاں
گلشنِ تکوین کا ایسا گلِ خنداں ہے تو

ایک ہی کمبل میں بیٹھے مل کے آقا اور غلام
کملی والے کیا نرالی شان کا سلطاں ہے تو

چاند یا سورج تجھے کہنا بڑی توہین ہے
منفرد دونوں جہاں میں سرورِ خوباں ہے تو

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

عرصۂ محشر میں وجہِ مغفرت ہوگی جلالؔ

مدحتِ سرکار میں یوں جو گہر افشاں ہے تو

سلام اے صاحبِ لولاک فخرِ انبیا تم پر

سلام اے مہبطِ جبریل محبوبِ خدا تم پر

نہ ہوتے تم تو یہ کون و مکاں کچھ بھی نہیں ہوتا

سلام اے باعثِ ایجادِ عالم مصطفیٰ تم پر

نہ چمکا کوئی تم سا نیّرِ اعظم رسالت کا

سلام اے شاہکارِ قدرتِ رب العلا تم پر

سلامِ والہانہ بھر کے اپنے جیب و دامن میں

برستی ہے مسلسل رحمتِ حق کی گھٹا تم پر

جبینِ محبت کے سجدوں کا محور

ترا سنگِ در ہے ترا آستاں ہے

کرم کر الٰہی کے پروانہ بن کر

پہنچ جاؤں وہ شمعِ محفل جہاں ہے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

وہ قیصر ہو کسریٰ ہو یا اور کوئی

گدا تیرے در کا شہِ دوجہاں! ہے

بہایا خونِ دنداں پھر بھی دشمن کو دعائیں دیں

کرم اے رحمتِ عالم! سبھوں پر عام ہے تیرا

ترے ملنے سے ہی قرآں ملا، ایماں ملا مجھ کو

شہِ کون و مکاں! امت پہ کیا انعام ہے تیرا

کلامِ قاضی جلال ہری پوری پر ایک نظر

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن دانش

سابق صدر شعبۂ اردو، بی۔ این منڈل یونیورسٹی مدھے پورہ (بہار)

ہری پور ہے مسکنِ با کمال
ہیں لعل و گہر اس کے نجم و جلالؔ

احمد حسن دانش

ہری پور کے لعل و گہر میں قاضی جلال الدین جلال کا نام نامی روشن وتابندہ ہے۔ یہ گاؤں علم ادب کا گہوارہ رہا ہے جہاں خود جلال کے حقیقی چچا نجم ہری پوری کی علمی وادبی شخصیت مستند و معتبر تھی جن سے جلال بھی فیضیاب ہوتے رہے۔ جلال نے اپنی فنی ریاضتوں اور خداداد صلاحیتوں سے اپنے فن کو نکھارا اور سنوارا۔

قاضی جلال اردو و فارسی دونوں زبانوں کے قادرالکلام شاعر تھے اور ان کی شاعری میں اردو و فارسی کی ملی جلی روایت ملتی ہے۔ ان کا یہ رنگِ سخن اس دور کا مروجہ اندازِ بیان تھا۔ ان کا مزاج کلاسیکی تھا لیکن اس میں رومانیت اور ترقی پسندی کی جھلک بھی تھی۔ ان میں اپنے خیالات، جذبات واحساسات، تجربات و مشاہدات کو نہایت صفائی، سچائی اور سادگی سے پیش کرنے کا ہنر تھا۔

جلال نظمیں بھی خوب کہتے تھے۔ ان کی کئی نظمیں دامنِ دل کو کھینچتی ہیں۔ لیکن طبعی طور سے وہ غزلیہ شاعری کے دلدادہ تھے۔ انہوں نے میر و مرزا کی غزلیہ

روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے روایتی غزل کی ہیئت میں معیاری شاعری کی ہے ۔تعجب ہوتا ہے کہ گاؤں کی فضا میں رومانیت اور غنائیت کا یہ معیار و وقار! یہ خداداد صلاحیت نہیں تو اور کیا ہے؟ میں ان کو وہبی شاعر مانتا ہوں ۔اور قریۂ ہری پور کو علم واد ب کا مخزن ۔میرے خیال میں شعروادب کسی مخصوص شخص کی میراث نہیں اور نہ یہ کسی خاص خطے سے مخصوص ومحدود ہے۔جلال ہری پور کی خاک سے اٹھے اور پوری اردو دنیا کو منور کیا۔ان کا طرزِ تکلم اور اندازِ بیان پسندیدہ ہے:

تم نے یہ پایا کہاں حسنِ تکلم اے جلال!
تم کو حاصل کب یہ اندازِ فصیحانہ ہوا

OOO

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری پر منظوم تبصرہ (۱)

شمس جلیلی

تھے جلال الدین حضرت شاعر شیریں سخن
گونجتا ہے ان کے نغموں سے مسلسل یہ چمن
ان کے دادا محترم جو قاضیِ مہتابؔ تھے
تھے دبیرِ وقت وہ اک اور عالم تاب تھے
مورثِ اعلیٰ تو ان کے قاضی القضات تھے
تھے ممیز، محتشم اور صاحبِ درجات تھے
خاندانی تھی شرافت صاحبِ کردار تھے
سب کو لے کر ساتھ چلتے ایسے انساں آپ تھے
تھے رحیم اور تھے جلال و نجمِ ثاقب بھی یہاں
فارسی دانی سے ان کی ہے ہری پور اصفہاں
فارسی، اردو ادب اور فنِ خطّاطی یہاں
ان سبھوں سے ہے یہ ثابت ہے مہذب خانداں
حسن کاری ، دل نوازی درد مندی بے مثال
دین داری ،انکساری، خلقِ اعلیٰ کا خیال
گرچہ آدھی رات ہو یا کہ ہو پچھلا پہر
جب بھی آتے ہیں مسافر ہنس کے ملتے سب بشر

ٹوٹ جائے گر چہ گل داں خوشبو مگر جاتی نہیں
گُل کی صحبت کے اثر سے رگل سے بو جاتی نہیں
ہے یہ تاثیرِ وطن خوئے وطن باقی رہی
نافۂ آہو سے ہر دم بوئے ختن آتی رہی
ہے یہاں کنکی ندی اور بیکی رود ہے
اور پچھوا کے دنوں میں آتشِ نمرود ہے
ان مخالف حالتوں میں گل کا آتش دان میں
مثلِ یوسف آپ بھی تھے جیسے اک زندان میں
نا موافق حال میں بھی علم و فن حاصل کئے
فارسی اردو ادب میں منشیِ کامل ہوئے
علم و فن سے منسلک یہ تو چھٹی نسل ہے
اہلِ دیواں اور شاعر کی بھی اچھی فصل ہے
کیا کروں تعریف ان کی ،پھول صحرا میں کھلا
سچ ہے استادِ ازل سے شاعرِ فطرت ہوا
طرز اور اسلوب میں تو ہے روایت کی مہک
فکر و فن اور آگہی میں ہے بغاوت کی جھلک
ہے روایت اور بغاوت ان کے فن میں بے گماں
تھا عبوری دور میں اردو ادب کا کارواں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

تھا پرانا اور نیا طرزِ تکلم آپ کا
صبحِ صادق کی طرح طرزِ تبسم آپ کا
ہیں بہت نقاد جو ان کو غزل گو مانتے
شمس لیکن ان کو اچھا نظم گو بھی جانتے
شاعری کا رنگ ہے اخترِ شیران کا
ہو حقیقی یا مجازی رنگ ہے رومان کا
نظم ''عورت'' اور ''سلمٰی'' اور ''تخیل کی پری''
یہ سبھی شہ کار تو رومانیت سے ہیں بھری
طرزِ شیرانی کی شاہد نظمِ ''سلمٰی'' آپ کی
بن کے موتی دل کی الفت آنسوؤں میں ڈھل گئی
ان کی نقاشی تو مثلِ مانؔی و بہزاؔد تھی
ہوگئی زندہ حقیقت اک ''تخیل کی پری''
یوں تو کہتے نعت بھی اور تھے سیرت نگار
ہے تصوف سے بھرا غزلوں کا جیسے لالہ زار
دیں دعائیں دل سے اس کو پوتا جو رضوان ہے
عشقِ صادق ہے ادب سے صاحبِ ایمان ہے

کلامِ قاضی جلال ہری پوری پر منظوم تبصرہ (۲)

شمس جلیلی

مئے باقی پلا ساقی جلال الدیں ہری پوری
کہ قسمت آج ہے راضی جلال الدیں ہری پوری

مجھے کیا ڈر محاسب کا کہ وہ بھی یار ہے اپنا
وہی قاضی وہی ساقی جلال الدیں ہری پوری

کبھی عشقِ مجازی سے ہوا عشقِ حقیقی پھر
ہوئے صوفی ہوئے صافی جلال الدیں ہری پوری

فصاحت میں بلاغت میں نہیں کوئی مقابل تھا
وہ تھے منشی بہت نامی جلال الدیں ہری پوری

مدد نادار کی کرتے مدد محتاج کی کرتے
مخیّر تھے بہت عالی جلال الدیں ہری پوری

دبیرِ وقت تھے داد جو تھے مہتابِ کامل اک
رکھا ہے نام کو باقی جلال الدیں ہری پوری

نجم کے وہ بھتیجہ تھے پدر عبد الرحیم ان کے
ہے پوتا ایک بہت نامی جلال الدیں ہری پوری

ہوئے سولہ برس کے جب لڑیں نظریں غزالوں سے
ہوا مشقِ سخن جاری جلال الدیں ہری پوری

وہ لفظوں کی سجاوٹ سے حسیں پیکر بناتے تھے
وہ تھے بہزآد کے ثانی جلال الدیں ہری پوری
لکھیں نظمیں تو کچھ ایسی کہ پیکر بول اٹھتے ہیں
یہی ہے طرزِ شیرآئی جلال الدیں ہری پوری
عبوری دور تھا ان کا عبوری فکر و فن ان کے
تھے اپنے دور کے حآلی جلال الدیں ہری پوری
وہ فکر وفن بھی کرتے تھے وہ تھے اچھے مدرس بھی
وہ تھے گلشن کے اک مالی جلال الدیں ہری پوری
سدھارے جبکہ وہ جنت ہوا محسوس کچھ ایسا
ہری پور ہوگیا خالی جلال الدیں ہری پوری
میاں رضوآں جو پوتا ہے بہت با ذوق ہے وہ بھی
وہ اک فخرِ سخن دانی جلال الدیں ہری پوری
کتابیں اپنے آبا کی اسی نے تو ہے چھپوائی
ہوئی ہے ختم گمنامی جلال الدیں ہری پوری
سرِ منزل ہو رضوآں بھی دعائے شمؔس ہے یہ اک
اسی کی اب تو ہے باری جلال الدیں ہری پوری

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

قاضی جلال الدین جلال ہری پوری مرحوم: حیات وخدمات

محمد رضوان ندوی

نام: قاضی محمد جلال الدین

تخلص: جلال

ولدیت: قاضی منشی عبدالرحیم متوفی ۱۶؍جولائی ۱۹۵۲ء

حسب نامہ: قاضی محمد جلال الدین ابن قاضی عبدالرحیم ابن قاضی مہتاب الدین احمد ابن قاضی مددعلی ابن قاضی چراغ علی ابن قاضی فتح علی ابن قاضی ثناءاللہ ابن قاضی اچھے میاں۔

پیدائش: آپ ضلع پورنیہ، بہار کے امور بلاک میں واقع ایک مشہور ومعروف مردم خیز گاؤں بھاگ طاہر (ہری پور) کے ایک معزز علمی، ادبی اور مذہبی خاندان میں ماہ جنوری ۱۹۲۱ء میں بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔

قاضی جلال ہری پوری کے خاندانی حالات:

قاضی جلال ہری پوری کے پردادا قاضی مددعلی مرحوم کے تین صاحبزادے تھے قاضی محمد یٰسین، قاضی عبدالواحد اور قاضی مہتاب الدین احمد۔ قاضی مددعلی مرحوم کے دوصاحبزادے یعنی قاضی محمد یٰسین اور قاضی عبدالواحد کی شادی ہری پور سے جنوب

میں تقریباً ۲ رکیلومیٹر دوری پر واقع فقیر ٹولی نامی گاؤں میں ہوئی تھی۔ واضح رہے کہ ان دونوں کے سسر کو کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اور ان دونوں کو کافی جائداد بھی تھی، اسی وجہ سے یہ دونوں اپنے سسر کی خواہش پر اپنی سسرال فقیر ٹولی ہی میں ہمیشہ کے لئے مقیم ہو گئے۔

قاضی محمد الیاس مرحوم اور قاضی الحاج ماسٹر شاہ عالم صاحب جناب قاضی عبدالواحد صاحب مرحوم کے پوتے ہیں اور قاضی انعام الحق مرحوم، قاضی عبدالسلام مرحوم اور قاضی جواد الحق صاحب قاضی محمد یٰسین مرحوم کے پوتے ہیں۔ اس طرح قاضی مددعلی مرحوم کی اولادوں میں صرف قاضی مہتاب الدین احمد ہی اپنے آبائی گاؤں ہری پور بھاگ طاہر میں رہے۔

قاضی مہتاب الدین احمد کے چار صاحبزادے تھے قاضی عبدالرحیم قاضی عبدالستار، قاضی عبدالصمد اور قاضی نجم الدین نجم ہری پوری۔ بھائیوں میں قاضی عبدالرحیم سب سے بڑے اور قاضی نجم الدین سب سے چھوٹے تھے۔ قاضی عبدالستار جو جناب منشی مراد حسین یتیم کھپروی مرحوم کے شاگرد رشید تھے۔ جن کی وفات بچپن ہی میں ہو چکی تھی اور جن کی وفات پر جناب مراد حسین یتیم نے ایک قطعۂ تاریخِ وفات بھی تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

تاریخ وفات شاگرد رشید عبدالستار مرحوم

عبدِ ستار زین سپنج سرای

چون بقصرِ بہشت یافت محل

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

بود ششدر دلم بتاریخش
ناگہان شد نہفتہ مشکل حل
سالِ ملکیش خواند کلکِ یتیم
سبق آموختہ ز لوحِ ازل

۱۳۰۳ملکی

ہجریش زد رقم کہ بود ست آن
نقشِ ثانی جوہر اول

۱۳۱۳ھ

اسی آوان میں قاضی جلال ہری پوری کے پردادا جناب قاضی مددعلی مرحوم کی بھی وفات ہوگئی ان کی وفات پر بھی جناب مراد حسین یتیم کھیروی نے قطعۂ تاریخِ وفات تحریر فرمایا ہے:

قطعۂ تاریخِ وفات قاضی مددعلی رئیسِ اعظم ہری پور

عادلِ دوران و سردارِ زمان
آن کہ ذاتش بود مقبولِ الٰہ
ہمچو کیخسرو بہ ترکِ سلطنت
پیشِ حق درگدیہ شد شام و پگاہ
کرد رحلت زین جہانِ بی ثبات

گفت تاریخش یتیمِ پُر گناہ
ملکیش رنجِ ضیر و عیسویش
۱۳۰۳ملکی
مسند قضات شد بی لطف آہ!
۱۸۹۶ء

قاضی عبدالصمد کا انتقال بھی شادی ہونے کے چند سال بعد ہی ہو چکا تھا۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو صاحبزدیاں بھی تھیں۔ مرحوم کی بیوہ سے بعد میں قاضی نجم الدین نجم ہری پوری نے اپنے والدین اور اعزہ وا قارب کے مشورہ سے سنت نبویؐ پر عمل کرتے ہوئے نکاح کرلیا تھا۔

قاضی مہتاب الدین احمد نے اپنے بڑے صاحبزادے قاضی عبدالرحیم کی شادی بائسی بلاک میں واقع قاضیوں کی ایک معروف بستی ''پورانا گنج'' کے ایک شریف اور معزز خاندان سے تعلق رکھنے والے شخص جناب قاضی منشی ضیاءالدین مرحوم کی صاحبزادی افزون النساء کے ہمراہ کی تھی واضح رہے مرحومہ افزون النساء کا انتقال ۴رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴راکتوبر بروز اتوار ۱۹۷۲ء کو ہوا تھا۔ قاضی عبدالرحیم کے دو صاحبزادے تھے قاضی محمد غزال الدین اور قاضی محمد جلال الدین اور ایک صاحبزادی تھی جن کا نام عقیلہ خاتون تھا۔ قاضی محمد غزال الدین قاضی محمد جلال الدین کے بڑے بھائی تھے جو نوعمر ہی میں انتقال کر چکے تھے۔

اس طرح سے قاضی جلال ہری پوری نہ صرف اپنے والد قاضی عبدالرحیم
کے اکلوتے فرزند تھے بلکہ اپنے پورے خاندان میں تنہا اور اکیلا نرینہ اولاد تھے۔ کیونکہ
ان کے دونوں چچا یعنی قاضی عبدالصمد مرحوم اور قاضی نجم الدین نجم ہری پوری مرحوم
نرینہ اولاد سے محروم تھے اس لئے قاضی جلال ہری پوری کی پرورش و پرداخت بڑے
ناز و نعمت سے ہوئی۔ آگے چل کر یہی بچہ اپنے خاندان کی شہرت و ناموری کا سبب بنا
اور اپنے آبا و اجداد کی علمی، ادبی، شعری اور مذہبی روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ فروغ
بھی عطا کیا۔

قاضی جلال الدین جلال کی ہمشیرہ عقیلہ خاتون قاضی جلال سے بڑی تھیں۔
اس دور میں جبکہ خواتین کی تعلیم و تربیت کا زیادہ رواج نہ تھا بالخصوص دیہی علاقوں میں
مرحومہ کا شمار نہ صرف قاضی خانوادہ بلکہ علاقے کی ایک ممتاز تعلیم یافتہ خواتین میں ہوتا
تھا وہ ایک انتہائی دیندار، خدا ترس اور عبادت گذار خاتون تھیں۔

انہوں نے اردو فارسی کی مروجہ کتابیں اپنے والد بزرگوار قاضی منشی عبدالرحیم
سے حاصل کی تھی۔ جب عقیلہ خاتون بڑی ہوئیں تو ان کے والدین نے ان کا نکاح
ہری پور سے قریب ہی ایک گاؤں ''کھاڑھی'' کے ایک معزز فرد منشی عبداللطیف ابن
فدوی حسین مرحوم کے ہمراہ کر دیا۔ ان کی ازدواجی زندگی بہت خوشگوار ماحول میں
گذرنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے ان کو دو نرینہ اولادوں سے بھی نوازا ایک
کا نام عبدالقدوس تھا اور دوسرے کا نام محمد مسلم۔ لیکن قدرت کو کیا منظور تھا کہ ان کی

زندگی کی خوشیاں جلد ہی غم میں تبدیل ہوگئیں۔یعنی شادی کے چند سال بعد ہی ان کے وفادار شوہر کا انتقال ہوگیا۔اس طرح وہ جوانی ہی میں بیوہ ہوگئیں۔

چند ماہ بعد اپنی سسرال سے اپنے والدین کے ایما پر اپنے دونوں بچوں کے ہمراہ ہمیشہ کے لئے ہری پور آ گئیں اور اپنے بچوں کے ساتھ یہیں مستقل طور سے رہنے لگیں۔ان کے دونوں بچے بھی بے حد ذہین، زیرک، ہوشیار اور ہنر مند تھے وہ دونوں اپنے نانا اور ماموں سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے لگے اور اپنے نانا ماموں کے گھریلو کام کاج میں بھی ہاتھ بٹانے لگے۔چونکہ دونوں بھائی بہت ذہین تھے اس لئے جلد ہی دونوں کا شمار ممتاز طلبہ میں ہونے لگا بالخصوص عبدالقدوس کو جو عمر میں محمد مسلم سے بڑے تھے فارسی زبان وادب میں پوری مہارت حاصل ہوچکی تھی اور انہوں نے شعروشاعری کا بھی آغاز کر دیا تھا۔ان کی والدہ محترمہ، نانا نانی اور ماموں کو ان دونوں سے مستقبل میں کافی امیدیں تھیں۔محترمہ عقیلہ خاتون اپنے دونوں ہونہار بچوں کو دیکھ کر اپنے شوہر کی جدائی کے غم کو فراموش کر چکی تھیں اور انہیں زندگی گذارنے کا حوصلہ مل گیا تھا،لیکن خدا کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا کہ جب دونوں جوان ہوئے اور سنِ شعور کو پہنچے تو چند مہینے کے وقفے میں یکے بعد دیگرے دونوں اس دارفانی سے رخصت ہوگئے۔

عقیلہ خاتون جو اپنے شوہر کی جدائی کے غم سے پہلے ہی ٹوٹ چکی تھی دونوں جواں سال لختِ جگر کے سانحہ ارتحال نے مرحومہ کو بالکل نڈھال کر دیا تھا۔قاضی جلال

ہری پوری نے اپنے جواں سال ہمشیر زادوں (بھانجوں) کی وفات پر بہت پرسوز، دردانگیز دو نظمیں تحریر کی ہیں دونوں نظمیں یہاں پیش کی جارہی ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

ہمشیرزادۂ خود قدوس کی یاد میں

گلزارِ ذہانت کا وہ خوش رنگ گُلِ سُرخ
تہذیب کے افلاک کا وہ نجمِ درخشاں
وہ علم و ادب کا، جو تھا بچپن ہی سے شائق
تھے جس پہ اتالیق بھی سو جان سے قرباں
وہ باعثِ تسکین جو مادر کے لئے تھا
تھی روحِ پدر قبر میں وہ جس سے کہ شاداں
نانا کے بڑھاپے کا جو مضبوط عصا تھا
نانی کا نورِ چشم، وہ بھائی کا قدرداں
دشمن کی نگاہوں میں جو چبھتا تھا مثلِ خار
ماموں کی اپنے قوّتِ بازو تھا جو جواں
افسوس کہ ایامِ جوانی میں وہ قدوسؔ
جاں آفریں کو سونپ دیا ہائے! اپنی جاں
صد حیف درد خیز ہے کتنا یہ واقعہ
آنسو نہ بہائے، ہے کوئی ایسا سخت جاں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

رجب کی تھی اٹھارہ ویں سن تیرہ سو پینسٹھ

دن بدھ کا ، وقتِ صبح ہوا خلد کو رواں

بے فائدہ جلاؔل ! نہ کر نالہ و فغاں

بچہ ، جوان کوئی ہو ، رہتا نہیں یہاں

نوٹ:۔ محمد قدوس مرحوم کے چھوٹے بھائی محمد مسلم مرحوم کا انتقال یکم صفر روز بدھ ۱۳۶۶ھ کو ہوا۔

جلاؔل غفرلہٗ

قدوؔس اور مسلؔم ہمشیرزادوں کی یاد میں

دوستو ! پوچھو نہ شرحِ داستانِ زندگی
درد سے لبریز ہے ظرفِ بیانِ زندگی
گلشنِ ہمشیر کے کمہلا گئے دونوں ہی پھول
اجڑا اجڑا ہوگیا یہ گلستانِ زندگی
دل کی دنیا میں مرے ہر سمت ظلمت چھا گئی
چھپ گئے جب مہر و ماہِ آسمانِ زندگی
موت کے بے درد ہاتھوں نے کیا رہزن کا کام
لوٹ لی ساری متاعِ کاروانِ زندگی
یہ سخن سازی نہیں ہے بلکہ تفسیرِ الم
بن گیا اشعار ہے سوزِ نہانِ زندگی
ہونے والی بات ٹل سکتی نہیں ہرگز جلاؔل !
کس قدر غم ناک ہے یہ امتحانِ زندگی

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

لیکن اس نازک موقع پر بھی مرحومہ نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا اور بے پناہ صبر وضبط کا مظاہرہ کیا یوں تو مرحومہ شروع سے ہی دیندار، عبادت گذار اور خدا ترس تھیں، لیکن شوہر اور دونوں جواں سال بیٹوں کے انتقال کے بعد وہ بالکل یکسوئی کے ساتھ خدا کی یاد میں مشغول ومنہمک ہوگئیں اور اپنے بیشتر اوقات کو اب وہ عبادت و ریاضت، ذکر واذکار، تلاوت قرآن پاک اوراد ووظائف، انبیا علیہم السلام کی سیرت وسوانح اور بزرگان دین کے حالات زندگی کے مطالعہ میں گذارنے لگیں۔

مرحومہ کو قرآن سے بے حد لگاؤ تھا وہ روزانہ قرآن پاک کی تلاوت پابندی سے کرتی تھیں اور اردو تراجم قرآن کی مدد سے قرآن پاک کے معانی ومطالب بھی سمجھنے کی کوشش کرتی تھیں۔ عموماً جب وہ قرآن کی تلاوت فرماتیں اور تلاوت کے بعد ترجمہ اور تشریح پڑھتی تھیں تو میرے محلّہ کی خواتین بالخصوص میرے خاندان کی خواتین مرحومہ کے اردگرد جمع ہو جاتی تھیں اور سماعت کرتی تھیں اس طرح سے وہ خود قرآن پر تدبر وتفکر کے ساتھ ساتھ قرآن کے پیغام اور اس کی تعلیمات کو حلقۂ خواتین میں بھی پہنچاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس قرآن فہمی کے جذبہ کو قبول فرمائے آمین۔

ان کا مزاج خالص دینی اور مذہبی تھا وہ اپنے چھوٹے بھائی قاضی جلال الدین اور اپنی بھابھی مریم النساء اوران کے بال بچوں، پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں غرض پورے خاندان کے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت کا مظاہرہ کرتی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ قوت برداشت کی دولت سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے اگر دانستہ

یا نادانستہ طور پر ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی بھی سرزد ہوجاتی تب بھی وہ اسے انسانی فطرت کا تقاضا سمجھ کر نظر انداز کر دیتیں اور کبھی کوئی حرف شکایت اپنی زبان پر نہیں لاتیں۔ اگر چہ انہیں کافی جائیداد بھی وراثت میں ملی تھی لیکن انہوں نے اپنی ساری جائیداد اپنے بھائی کو ہمیشہ کے لئے دے دی تھیں اور زندگی بھر کبھی انہوں نے اس کا اظہار بھی نہ کیا کہ میں نے اپنے بھائی یا ان کی اولادوں کے لئے ساری جائیداد چھوڑ دی ہے۔

اگر چہ میرے دادا قاضی جلال ہری پوری بھی اپنی بہن کا بے حد احترام کرتے اور حتی الامکان ان کی ضروریات کا بھرپور خیال بھی رکھتے تھے لیکن مرحومہ چونکہ ایک تعلیم یافتہ اور حساس خاتون تھیں وہ اس بات سے بخوبی واقف تھیں کہ انسان کو اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے کسی دوسرے پر کلی طور سے منحصر نہیں رہنا چاہیے بلکہ حتی المقدور کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے چنانچہ انہوں نے مرغی پرورش کا کام شروع کیا یہ کام عورتوں کے لئے قدرے آسان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس میں برکت دی اور اچھی آمدنی ہونے لگی۔ جس سے وہ اپنی بعض ضروریات بھی تکمیل کر لیتی تھیں اور اللہ کے راستے میں صدقہ و خیرات بھی کر لیتی تھیں اس کے علاوہ جو رقم بچ جاتی اسے بحفاظت رکھتی تھیں چنانچہ جب کچھ رقم جمع ہوگئی تو انہوں نے اس رقم کو جامع مسجد جو میرے دروازہ پر واقع ہے کی تعمیر و توسیع کے لئے دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی تعمیر و توسیع کے لئے مرحومہ کی جانب سے دی گئی رقم کو شرف قبولیت سے نوازے اور

آخرت میں اسے اس کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے آمین!

مرحومہ پڑوسیوں کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں بیماروں کی عیادت کرتیں ان کے دکھ درد میں شریک رہتیں۔ واضح رہے کہ مرحومہ راقم الحروف (محمد رضوان ندوی) کی معلّمہ بھی تھیں۔ میں نے بچپن میں قرآن پاک اور ابتدائی اردو وغیرہ کی تعلیم انہی سے حاصل کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ان کی قبر پر رحمتوں کا نزول فرمائے آمین! بالآخر ۱۹۸۷ء میں مرحومہ کی زندگی کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تعلیم ومقامات تعلیم:

قاضی جلال ہری پوری نے رواجِ زمانہ کے مطابق اس وقت کی فارسی نظم و نثر کی جملہ مروجہ کتابیں مثلاً گلستاں، بوستاں، زلیخا، سکندر نامہ، بہار دانش، دیوان حافظ، شبنم شاداب، قصائد عرفی، بدر چاچ اور کلیلہ دمنہ وغیرہ اپنے والد بزرگوار جناب قاضی منشی عبدالرحیم سے پڑھی۔ چونکہ آپ کے والد اپنے دور کے ممتاز و جید فارسی داں اور باکمال استاد تھے اور گھر پر ہی درس وتدریس کا فریضہ انجام دیتے تھے اور اپنی زندگی کے آخری ایام تک اسی باوقار پیشہ سے وابستہ رہے۔ جن کا اعتراف ان کے چھوٹے بھائی قاضی تجمل ہری پوری نے یوں کیا ہے:

در اقلیمِ دبیری تاجِ سلطانی بہ سر دارد
اخیم را میسر شد بعالم ایں جہاں بانی

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

قاضی جلال ہری پوری کا دولت کدہ ایک عام دولت کدہ کی طرح نہ تھا بلکہ اس کی حیثیت ایک دانش کدہ کی تھی جہاں نہ صرف سرزمین بھاگ طاہر ہری پور بلکہ دور دراز سے سینکڑوں طالبانِ علم وفن آتے اور جناب قاضی منشی عبدالرحیم جیسی عبقری اور بافیض شخصیت سے فیض یاب ہوتے اور اپنی علمی وادبی تشنگی بجھاتے۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری نے فارسی زبان وادب کی مکمل تعلیم اپنے والد گرامی ہی سے حاصل کی اور خداداد ذہانت وذکاوت کی بدولت صرف چودہ سال کی عمر میں فارسی زبان میں پورا کمال حاصل کرلیا اور فارسی شعروادب کے اسرار ورموز سے مکمل طور پر واقفیت حاصل کر لی۔انہوں نے نہ صرف فارسی زبان وادب کو سمجھنے کی حد تک صلاحیت پیدا کی بلکہ فارسی نثر ونظم دونوں صنفوں میں اپنے مافی الضمیر اور اپنے خیالات وجذبات کو ادا کرنے کی بھرپور صلاحیت ولیاقت بھی پیدا کر لی تھی۔

قاضی جلال ہری پوری نے فارسی کی تعلیم کی تکمیل کے بعد عصری تعلیم کی غرض سے ۱۹۳۶ء میں ہفنیاں اپر اسکول میں درجہ چہارم میں داخلہ لیا تھا۔واضح رہے کہ اس وقت عصری تعلیم کے لئے اسکولوں کی کافی قلت تھی کئی کئی گاؤں کے بعد کوئی ایک اسکول ہوتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا داخلہ اپنے گاؤں ہری پور سے تقریباً ۷ر کیلومیٹر پورب اتر میں واقع ایک مشہور گاؤں ہفنیاں کے اپر اسکول میں لیا تھا۔لیکن چند ماہ ہی وہ وہاں عصری تعلیم حاصل کر سکے کیونکہ طبیعت کا میلان مشرقی علوم یعنی فارسی وعربی کی جانب تھا۔اس لئے انہوں نے عصری تعلیم کا سلسلہ بہت جلد بند کردیا

اوراپنے ننیہال 'پورانا گنج' میں واقع مدرسہ نورالاسلام میں داخلہ لے لیااوراپنے ننیہال میں رہ کر وہاں عربی کی تعلیم مدرسہ کے ممتاز عالم دین، عربی زبان وادب کے ماہراور باکمال استاد مولانا بشیر احمد صاحب مرحوم، ساکن بنی باڑی کٹیہار سے حاصل کرنے لگے اور ۱۹۳۷ء کے اختتام سے قبل ہی صرف چند ماہ کے اندر عربی صرف ونحو کی بنیادی کتابیں پڑھ لیں۔ لیکن اسی سال کچھ گھریلو نا مساعد حالات کے پیش نظر انہیں اپنی تعلیم کا سلسلہ مستقل طور پر بند کر دینا پڑا۔

اس طرح قاضی جلال ہری پوری کو کسی اسکول یا مدرسہ میں باقاعدہ تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے کے مواقع میسر نہیں ہوئے۔ اگر انہیں کسی اسکول یا مدرسہ میں اپنی تعلیم کی تکمیل کا پورا موقع ملا ہوتا تو نہ جانے وہ علم وادب کے کس اعلیٰ مقام ومنصب پر فائز ہوتے۔ ان کی تعلیم کا تجزیہ کر کے میں اس نتیجہ میں پہنچا ہوں کہ وہ فارسی زبان وادب کے منتہی تھے اور اس زبان میں ان کو پوری دسترس حاصل تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ فارسی زبان وادب ہی انہیں باقاعدہ پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ جہاں تک ان کی عربی تعلیم کا تعلق ہے چونکہ انہوں نے مولانا بشیر احمد مرحوم سے عربی صرف ونحو کی بنیادی کتابیں پڑھی تھی۔ اس لئے وہ بڑی حد تک عربی صرف ونحو کے ان مبادیات سے واقف تھے جن کی ایک فارسی وار دوداں شخص کو فارسی اور اردو زبان میں پختگی پیدا کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہے، اور عصری علوم سے بھی وہ بقدر ضرورت واقف تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے کاموں کو زندگی کے آخری ایام تک بہ نفس نفیس بحسن خوبی انجام

دیتے رہے۔ جہاں تک اردو تعلیم کا معاملہ ہے قاضی جلال ہری پوری نے اردو زبان و ادب کی ساری صلاحیت واستعداد ذاتی مطالعہ کی بدولت پیدا کی تھی۔ اردو کے معتبر شعرا اور صاحب طرز ادبا کی تصانیف کے مسلسل اور بغائر مطالعہ کے ذریعہ اس زبان میں انہیں اس قدر قدرت ہوگئی تھی کہ انہوں نے اپنے شاعرانہ جذبات واحساسات کے اظہار کے لئے اسی زبان کو اپنا وسیلہ بنایا۔

قاضی جلال ہری پوری کے خاندان کا علمی وادبی پسِ منظر:

قاضی جلال ہری پوری کا خاندان ایک علمی، ادبی اور مذہبی خاندان تھا۔ اس خاندان کو نہ صرف سرزمین ہری پور بلکہ پورے علاقے میں علم وادب، تہذیب وتمدن اور عزت وشرافت میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ ان کے پردادا قاضی منشی مدد علی ادب نواز اور علم پرور تھے چنانچہ اس کا اثر بڑی حد تک ان کے دادا قاضی منشی مہتاب الدین احمد پر بھی پڑا۔

قاضی مہتاب الدین احمد اپنے دور کے ایک جید فارسی داں اور اردو و فارسی کے شاعر کے علاوہ بہت بڑے ادب نواز اور اہل علم وفن کے قدرداں بھی تھے۔ ان کی قدردانی، علم دوستی اور ادب نوازی ہی کا نتیجہ تھا کہ اس دور میں اس علاقے کے جملہ اہل علم وفن کا ان کے گھر پر ہمہ وقت ہجوم رہتا تھا۔ منشی مراد حسین یتیم کھپروی، مشتاق دلشاد پوری اور ان کے بھائی تمنا دلشاد پوری جیسے عظیم المرتب شعرا و ادبا ان کے گھر اکثر قیام کرتے۔ قاضی مہتاب الدین احمد نہ صرف ان عظیم علمی وادبی شخصیتوں کی

شایانِ شان ضیافت کرتے بلکہ اکثر ان عظیم شعرا کے کلام سے محظوظ بھی ہوتے اور داد و تحسین سے بھی نوازتے۔

قاضی مہتاب الدین احمد نے اپنے صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت پر کافی توجہ دی ان کی عمدہ تربیت اور خصوصی توجہ ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کے تینوں صاحبزادے علم و فضل، عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ان کے بڑے صاحبزادے قاضی منشی عبدالرحیم متوفی ۱۹۵۲ء جو قاضی جلال ہری پوری کے والد گرامی تھے اپنے دور کے جید فارسی داں اور با کمال استاد تھے اور اپنے گھر ہی پر درس و تدریس کے خدمات انجام دیتے تھے اور ان کی پوری زندگی علاقے کے طالبان علم و فن کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں گذری۔ انہوں نے زندگی کے آخری ایام تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور بے شمار تشنگان علم و فن کی علمی تشنگی بجھائی۔ بالآخر ۱۶/ جولائی ۱۹۵۲ء کو علم و ادب کا یہ درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ قاضی جلال ہری پوری نے اپنے والدِ گرامی قاضی منشی عبدالرحیم مرحوم کی وفات کا ذکر یادداشت کے طور پر اپنی ڈائری میں یوں فرمایا ہے:

> ''والد گرامی قاضی منشی عبدالرحیم صاحب مرحوم و مغفور ۲۳/ شوال المکرم ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۶/ جولائی ۱۹۵۲ء مطابق ۳۱/۱ اساڑھ ۲۰۰۹ ملکی منگل کا دن گزرنے کے بعد تقریباً ۸/ بجے رات بدھ کی شام کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بدھ کے دن

تقریباً ۱۰ بجے دن کو جنارے کی نماز حاجی احسان
علی صاحب نے پڑھائی اور مسجد کے سامنے ابدی
نیند سوگئے۔ پروردگارِ عالم آپ کو غریقِ رحمت
فرمائے آمین ثم آمین!''

غم نصیب

جلالؔ غفرلہ فرزند مرحوم ومغفور

نوٹ:- جناب قاضی منشی عبدالرحیم صاحب کا جب انتقال ہوا تھا۔ اس وقت ہمارے علاقے میں زبر دست سیلاب آیا ہوا تھا اس لئے قبرستان میں ان کی تدفین نہیں ہوسکی تھی بلکہ مسجد کے سامنے نجی زمین میں مرحوم کی تدفین عمل میں آئی تھی۔ محمد رضوان ندوی

قاضی مہتاب الدین احمد کے منجھلے صاحبزادے قاضی عبدالصمد مرحوم بھی باکمال فارسی داں تھے جو عالم شباب ہی میں انتقال کر چکے تھے۔ ان کے چھوٹے صاحبزادے قاضی نجم الدین نجم ہری پوری ایک باکمال فارسی داں، اردو فارسی دونوں زبانوں کے قادرالکلام شاعر اور صاحب طرز ادیب وانشا پرداز تھے۔ انہوں نے بھی اپنی پوری زندگی درس وتدریس ہی میں گذار دی۔ انہیں اپنے معاصر شعرا وادبا کے درمیان نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ اگر چہ انہوں نے عمر بہت مختصر پائی لیکن عمر کے لحاظ سے ان کے کارنامے قابل رشک ہیں۔ انہوں نے اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعری ونثری تخلیقات کا جو سرمایہ اپنی یادگار چھوڑا ہے وہ انہیں زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں۔

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

ان بزرگوں نے علم وادب کی جو روایت قائم کی تھی وہ ختم نہیں ہوئی۔ چنانچہ قاضی جلال ہری پوری (جو قاضی عبدالرحیم کے بیٹے اور قاضی نجم ہری پوری کے حقیقی بھتیجے تھے) نے نہ صرف اپنے آبا واجداد کی علمی، ادبی اور شعری روایت کو برقرار رکھا۔ بلکہ حتی الامکان ان کو فروغ بھی عطا کیا، اور انھوں نے ادبی دنیا میں ایک ممتاز فارسی داں ماہر استاد اردو و فارسی دونوں زبانوں کے قادرالکلام شاعر اور منفرد نثر نگار کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم کی۔

خدا کے فضل سے ہر دور میں اس خاندان کے افراد اپنی بساط بھر اپنے آبا واجداد کی علمی وادبی روایات برقرار رکھنے کے لئے کوششیں کرتے رہے ہیں اور عصر حاضر میں بھی اس خاندان کے افراد عصری و دینی علوم سے آراستہ ہیں اور اس کی ترویج واشاعت کے لئے بھی کوشاں ہیں۔ شعر وادب سے دلچسپی اس خاندان کا طرۂ امتیاز رہا ہے، اور درس وتدریس جیسے مقدس اور باوقار پیشہ سے اس خاندان کے افراد کی وابستگی قدیم زمانہ سے ہی رہی ہے جو ہنوز قائم ہے، آج بھی اس خاندان کے بیشتر افراد درس و تدریس کے پیشہ سے ہی وابستہ ہیں۔

قاضی جلال ہری پوری کے خاندان کا معاشی پس منظر:

قاضی جلال ہری پوری کا خاندان ہری پور کے ممتاز زمینداروں کا خاندان تھا۔ ان کے پردادا قاضی مدد علی مرحوم کافی جائداد کے مالک تھے۔ زراعت کے ساتھ ساتھ ہاتھی اور لکڑی کی تجارت بھی کرتے تھے۔

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

چونکہ آپ کے آباواجداد میں دینی اور مذہبی رجحان کا غلبہ ہمیشہ رہا اس لئے عام زمینداروں کی طرح جائز اور ناجائز طریقہ کو اپنا کر دولت اکٹھا کرنے میں کبھی بھی مصروف نہیں رہے بلکہ ہمیشہ قناعت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آباواجداد سے ملی جائداد ہی پر قانع اور مطمئن رہے اس لئے اس خاندان کے پسماندگان میں پہلی جیسی دولت کی فراوانی تو نہ رہی البتہ اس خاندان کے افراد کبھی مفلسی اور مقروضیت کے شکار بھی نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ سماج اور معاشرہ میں ایک مہذب، باوقار اور خوددار خاندان کے افراد کی حیثیت سے زندگی گزارتے رہے اور اپنی ضروریات اور جائز خواہشات کی تکمیل بحسن وخوبی کرتے رہے۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے پاس بھی عام رئیسوں کی طرح دولت کی فراوانی تو نہ رہی لیکن ان کا شمار اپنے گاؤں کے اہل جائداد افراد میں ہوتا تھا۔ انہوں نے بھی اپنی زندگی باوقار انداز سے گزاری۔ انہیں کبھی معاشی تنگی نہ رہی اور نہ ہی وہ کبھی مقروض رہے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے کبھی کسی پر منحصر بھی نہیں رہے۔ الحمدللہ آج بھی اس خاندان کے جملہ افراد اپنے ایمان واعمال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ حلال وحرام کی تمیز کرتے ہوئے معاشرہ میں باوقار اور خوشحال زندگی گزار رہے ہیں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آنے والی نسلیں بھی اس روش پر قائم رہیں۔

درس وتدریس:

قاضی جلال ہری پوری ۳۶-۱۹۳۷ء میں مدرسہ نورالاسلام'پورانا گنج' میں زیر تعلیم تھے

لیکن کچھ گھریلو نامساعد حالات کی وجہ سے انہیں اپنی تعلیم کا سلسلہ بند کر دینا پڑا اور مستقل طور پر گھر پر رہنے لگے۔ ۱۹۳۹ء میں اپنے حقیقی پھوپھا مشہور و معروف بزرگ شیخ طریقت حضرت الحاج محمد احسان علی رحمتہ اللہ علیہ کے ایما پر پہلی بار مدرسہ حامدیہ لالٹولی عیدگاہ میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اور پھر علاقے کے مختلف مدارس و مکاتب میں تقریباً سترہ اٹھارہ سال تک ایک باوقار و باکمال استاد کی حیثیت سے اردو اور فارسی ادبیات کی تدریس کا فریضہ انجام دیے اور سینکڑوں تشنگانِ علم وفن کی علمی وادبی تشنگی بجھائی۔

انہوں نے جن جن مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیئے ہیں ان میں مدرسہ الٰہیہ رنگریا ہری پور، مدرسہ حامدیہ لالٹولی عیدگاہ، مدرسہ اسلامیہ مچھٹہ اور مدرسہ غوثیہ بستہ ڈانگی قابل ذکر ہیں۔ قاضی جلال ہری پوری نے ان مدارس میں تدریسی خدمات انجام دے کر جہاں سینکڑوں افراد کو اردو، فارسی کی تعلیم سے آراستہ کیا وہیں اردو شعر و ادب کے فروغ کے لئے محفل شعر وسخن بھی آراستہ کرتے رہے اس طرح درس وتدریس کے ساتھ ساتھ انہوں نے شعروادب کے فروغ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ انہوں نے مدرسہ اسلامیہ مچھٹہ کے قیام کے دوران ''مدرسہ مچھٹہ کا پیغام شائقین علم کے نام'' کے زیر عنوان ایک نہایت عمدہ نظم لکھی ہے۔ یہ ۱۹۵۰ء کا زمانہ تھا اس وقت اس مدرسہ کے صدر مدرس ان کی حقیقی پھوپھی کے داماد مولانا غیاث الدین مرحوم ساکن گر ہرا، امور، پورنیہ

تھے۔ان کی وہ نظم ان کے شعری مجموعہ میں بھی شامل ہے جسے راقم نے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا ہے وہ نظم یہاں پیش کی جا رہی ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

مدرسہ مچھٹہ کا پیغام شائقینِ علم کے نام

کہاں ہو شائقینِ علم و فن آؤ یہاں آؤ

بلاتی ہے تمہیں یہ انجمن آؤ یہاں آؤ

اگر منظور ہے بننا سپہرِ علم و دانش کا

تمہیں تابندہ پروین و پرن آؤ یہاں آؤ

چمکنا ہے تمہیں گر چاند سا چرخِ لیاقت پر

تو باحسنِ عقیدت جانِ من ! آؤ یہاں آؤ

علومِ فارسی عربی کے اس شاداب گلشن میں

کھلے ہیں تازہ نسریں نسترن آؤ یہاں آؤ

یہاں پر ناظرہ خوانی بھی ہے اور حفظِ قرآں بھی

گلِ تجوید بھی ہے خندہ زن آؤ یہاں آؤ

کھلے ہیں گوشہ گوشہ اس چمن میں پھول اردو کے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

عنادل بن کے طفلانِ وطن آؤ یہاں آؤ

مثالِ شمع ہوتا ہے پگھلنا علم کی خاطر

بنو رازؔی کی صورت سخت تن آؤ یہاں آؤ

مصائب کو حصولِ علم میں راحت سمجھتے تھے

یہ آبا کا تمہارے تھا چلن آؤ یہاں آؤ

بحمد اللہ کیا کہنا یہاں پڑھنے پڑھانے کا

سجی ہے ایک دلکش انجمن آؤ یہاں آؤ

اگر ہو قوم کے بچوں کا تم بھی خادمِ مخلص

خوشی سے پھر جلالِؔ خستہ تن ! آؤ یہاں آؤ

نوٹ: -حین قیام مدرسہ مچھٹہ یہ نظم بصورت اشتہار چھپی تھی۔ جناب مولوی غیاث الدین گرہروی ناظم تھے اور جناب وارث علی مرحوم صدر مدرسہ تھے۔

فقط

جلاؔل غفرلہٗ

۱۴؍ستمبر ۱۹۵۰ء

اسی طرح انہوں نے مدرسہ غوثیہ بستہ ڈانگی میں قیام کے دوران اپنی شاعری کے جوہر دکھائے اور اس علاقے کے اہل علم وفن سے اپنی شاعرانہ صلاحیت اور فارسی دانی کا لوہا منوایا اسی دوران انہوں نے ''اشتہار واجب الاظہار'' کے نام سے مدرسہ کی جانب سے ایک نظم لکھی تھی جو اشتہار کی شکل میں شائع ہوئی تھی وہ نظم یہاں پیش کی جارہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اشتہار واجب الاظہار

حین قیام مدرسہ غوثیہ، بستہ ڈانگی

قومِ مسلم! جاگ اٹھ یہ خوابِ غفلت تا بکے؟
ہوچکی حد ہوچکی اب یہ جہالت تا بکے؟
غور فرما تیری اگلی شان و شوکت کیا ہوئی ؟
وہ علو و برتری وہ جاہ و ثروت کیا ہوئی؟
تجھ میں اب اسلاف کی باقی رہی عظمت کہاں؟
وائے! تیری لُٹ گئی اے قوم! وہ دولت کہاں؟
علم سے ہونا معرّیٰ ہے تری ذلّت کا راز
ورنہ تھا ہر قوم میں تجھ کو نمایاں امتیاز
یہ تو دنیا میں جہالت کی ہے اک ادنیٰ سزا
حشر میں ہوگا مگر انجام اس سے بھی بُرا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

وقت ہے اب بھی اگر تو عقل سے کچھ کام لے
علم کے حبلِ متیں کو اپنے ہاتھوں تھام لے
تو فلک پیما بنے پھر تیری عزت کا علَم
پھر قدم چومیں ترے، جنّت میں حورانِ اِرم
علمِ دیں کے مدرسوں کی تھی علاقے میں کمی
شکر ہے کچھ اس طرف سے ہوگئی ہے بے غمی
یعنی بستہ ڈانگی میں ایک دینی درس گاہ
خدمتِ اسلام پر مامور ہے از دیر گاہ
ضلع میں ہے یہی اک مدرسہ اے نیک نام !
فارسی، عربی کی ہوتی ہے جہاں تعلیم عام
آج کل اس میں مدرس فارسی کے ہیں جلالؔ
فنِ استادی میں حاصل ہے جنھیں پورا کمال
بہتر و با قاعدہ تعلیم فرماتے ہیں جو
فارسی کے رمز کو اردو میں سمجھاتے ہیں جو
خاندانی فارسی دانی ہے جن کا آشکار
جن کو دنیا مانتی ہے شاعر و مضموں نگار
طالبانِ علم سے اب یہ گزارش ہے مری

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

اپنے ہمدردانِ ملّت سے شفارس ہے مری
کیجئے فرضِ خدا کو اپنے ذمہ سے ادا
لائیے دل سے بجا ارشادِ ختم الانبیا
آیئے اور مذہبی تعلیم حاصل کیجئے
آپ کو اللہ کے پیاروں میں شامل کیجئے
آپ کے رحم و کرم پر اس کی ہے مبنی بقا
آپ کی ہمّت کے بل مضبوط ہے اس کی بنا
ہیں مہیّا اس جگہ ہر قسم کی آسانیاں
طالبانِ علم کو ملتی ہیں جاگیریں (۱) یہاں
اب بھی سابق کی طرح اس کی اعانت کیجئے
چرمِ قربانی، رسولی (۲) دھان اور صدقات سے
اپنے اس دینی ادارے کا سدا رکھیں خیال
دست بُردِ مفلسی سے تا نہ ہو یہ پائمال
کہہ چکا میں آپ سے کہنا مجھے تھا جو پیام
توڑتا ہوں گفتگو کا سلسلہ اب وَالسَّلام

المشتهر: (مولوی) عبدالحمید ناظم و مدرس شعبۂ عربی مدرسہ غوثیہ، بستہ ڈانگی

نوٹ:- (۱) اُس دور میں مدارسِ اسلامیہ میں زیرِ تعلیم طلبہ کے طعام و قیام کی ذمہ

داری عموماً گاؤں کے افراد اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنے ذمہ لے لیتے تھے۔اس کو اس علاقے کی اصطلاح میں جاگیر کہا جاتا ہے۔

(۲) زمین کی پیداوار بالخصوص دھان کی پیداوار میں دسواں / بیسواں حصہ بطورِ زکوٰۃ ادا کیا جاتا ہے

اس کو اس علاقے کی اصطلاح میں رسولی کہا جاتا ہے۔(مرتب)

جب ۱۹۵۴ء میں مدرسہ الٰہیہ رنگریا ہری پور کا قیام عمل میں آیا تو آپ یہاں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔لیکن ۱۹۵۷ء میں تدریسی خدمات سے سبک دوش ہوگئے وجہ یہ تھی ۱۹۵۲ء میں آپ کے والدگرامی کا انتقال ہوگیا تھا چونکہ آپ اپنے والد کے اکلوتے نرینہ اولاد تھے اس لئے زمین جائداد کی دیکھ ریکھ اور گھر کی ساری ذمہ داری آپ پر آپڑی۔

پھر بھی آپ نے گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے کے ساتھ ساتھ تدریسی سلسلہ جاری رکھا۔لیکن جب گھریلو ذمہ داریاں زیادہ بڑھ گئیں اور درس و تدریس کے سلسلہ کو مزید جاری رکھنا آپ کے لئے دشوار ہوگیا تو آپ نے ملازمت سے سبکدوشی کا فیصلہ کرلیا۔ بالآخر آپ ۱۹۵۷ء میں سبکدوش ہوگئے۔اس طرح سے آپ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۵۷ء تک درس و تدریس کے باوقار پیشہ سے وابستہ رہے اور ایک کامیاب اور باوقار و باکمال استاد کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیے۔یہی وجہ ہے کہ اس علاقے میں آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی کافی تھی اور آج بھی آپ کے بہت سے

شاگرد باحیات ہیں اور مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔
سبکدوشی کے بعد زراعت کے پیشہ میں منہمک ہو گئے۔ اللہ تعالی نے انہیں اس میدان میں کامیابی عطا فرمائی۔ چنانچہ بہت جلد علاقے کے ایک تجربہ کار اور محنتی کسان کے طور پر ان کا شمار ہونے لگا پھر زندگی کیآخری ایام تک اسی پیشہ سے وابستہ رہے۔

دینی و مذہبی خدمات:

قاضی جلال ہری پوری کے آباواجداد کے دینی و مذہبی خدمات قابل بھی ذکر ہیں آپ کے والد گرامی قاضی منشی عبدالرحیم بھاگ طاہر ورنگر یا عیدگاہ و جامع مسجد کے امام تھے۔ عیدگاہ میرے گھر سے شمال کی جانب تھوڑے ہی فاصلہ پر ہری پور مڈل اسکول کے قریب سڑک کے مشرقی جانب واقع ہے اور جامع مسجد میرے دروازے پر واقع ہے مرحوم تا حیات بلا کسی معاوضہ کے امامت کے علاوہ دیگر دینی فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ جب آپ کے والد کی وفات ہوگئی تو یہ ذمہ داری عوام نے اتفاق رائے سے قاضی جلال ہری پوری کے سپرد کر دی انہوں نے بھی زندگی بھر اس اہم ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھایا۔

قاضی جلال ہری پوری عیدگاہ اور جامع مسجد میں امامت کے علاوہ اکثر نماز جنازہ کی امامت، نکاح خوانی اور عوام کے دیگر دینی وشرعی مسائل میں رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے عوام کو آپ پر پورا بھروسہ و اعتماد بھی تھا چنانچہ لوگ عموماً اپنے دینی و شرعی مسائل کے سلسلے میں آپ سے رجوع کرتے آپ فقہ اسلامی کی کتابوں میں تلاش و

تحقیق کے بعدان کے مسائل کوحل کرتے اگرکوئی مسئلہ آپ کومعلوم نہیں ہوتا تو بلاتکلف آپ کہہ دیتے کہ مجھے یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے یااس طرح کا مسئلہ میری نظر سے نہیں گزرا پھرانہیں کسی معتبر عالم دین سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتے اس طرح سے انہوں نے پوری زندگی دینی خدمات انجام دیئے۔

زندگی کے آخری ایام میں جب آپ کافی ضعیف ہوگئے تھےاور کمزوری و نقاہت کی وجہ سے نماز پڑھانے بالخصوص جہری نماز اور خطبہ دینے میں دشواری ہوتی تھی تو کبھی کبھی راقم سے خطبہ پڑھواتے تھے اور نماز خود مرحوم پڑھاتے تھے ان دنوں میں لکھنؤ میں زیرتعلیم تھا پھر جب میں باشعور ہوااور دینی وشرعی مسائل سے بڑی حدتک واقفیت بھی ہوگئی تو اکثر عیدین اور جب گھر پر ہوتا تو جمعہ کی نماز بھی خاکسار ہی سے پڑھواتے تھےاور میری اصلاح بھی فرماتے اور حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔

۱۹۹۷ء میں آخری عیدالفطر کی نماز میں نے اپنے دادامرحوم کی اجازت سے پڑھائی یایوں کہہ لیجئے کہ میرے دادامرحوم نے اپنی زندگی کی یہ آخری نمازعیدالفطر خاکساری کی اقتدامیں پڑھی پھر جب میرے دادابھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو عوام نے یہ اہم ذمہ داری ناچیز کے دوشِ ناتواں پرڈالی خداکےفضل وکرم سے۱۹۹۷ء سے تاحال اس اہم ذمہ داری کونبھارہاہوں آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مجھے اس اہم دینی و مذہبی ذمہ داری کو پورے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور میرے دادا اور پردادا مرحومین کی اس خالص دینی و مذہبی

خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے آخرت کی نجات کا ذریعہ بنائے اور ان کی خطاؤں اور لغزشوں کو درگزر فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین!۔

شعروشاعری:

قاضی جلال ہری پوری نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں تھیں جہاں ہر طرف شعروادب کے چرچے ہوتے ان کے گھر پر علاقے کے ممتاز شعراء، ادبا اور اہلِ علم وفضل کا ہمہ وقت ہجوم رہتا تھا ان کے دادا قاضی مہتاب الدین احمد ہری پوری اردو وفارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ان کے والد قاضی منشی عبدالرحیم ممتاز فارسی داں، باکمال استاد اور شعر ادب کے رمز شناس تھے ان کے چھوٹے چچا قاضی نجم ہری پوری اپنے دور کے اردو وفارسی دونوں زبانوں کے انتہائی مشہور و معروف قادرالکلام شاعر اور صاحب طرز ادیب وانشا پرداز تھے۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری اس شعری وادبی فضا اور ماحول سے متاثر ہوئے اور شعر ادب کا ذوق ان کے ذہن ودماغ میں چھا گیا اور کم سنی میں شاعری شروع کردی اور بڑی خاموشی کے ساتھ داد وتحسین، اعزاز واکرام، نام ونمود اور شہرت وناموری سے بے نیاز ہوکر زندگی کے آخری لمحہ تک شعروادب کی خدمت کرتے رہے اور گیسوئے اردو سنوارتے رہے۔ انہوں نے اپنی شاعری کا آغاز اردو وفارسی دونوں زبانوں میں کی تھی لیکن چونکہ ان کی شاعری کے ابتدائی دور ہی میں فارسی زبان دم توڑنے لگی تھی۔ فارسی

داں طبقہ خال خال رہ گئے تھے نئی نسل میں فارسی پڑھنے اور فارسی زبان و ادب میں مہارت حاصل کرنے کا رجحان تقریباً ختم ہو چکا تھا فارسی شعروادب کے رمز شناس ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے تھے فارسی کے بجائے اردو زبان فروغ پا رہی تھی اور عوام میں اردو زبان روز بروز مقبول ہوتی جا رہی تھی نئی نسل اپنے خیالات کے اظہار کے لئے اردو زبان کو ترجیح دینے لگے تھے۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری بھی بدلتے ہوئے حالات اور زمانے کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے اردو زبان ہی میں زیادہ طبع آزمائی کرنے لگے اور اپنے خیالات وجذبات کی ترسیل کے لئے اردو زبان ہی کو وسیلہ بنایا۔لیکن انہوں نے فارسی بالکل ترک نہیں کی اور کبھی کبھی فارسی میں بھی شعر کہتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے فارسی شاعری کا بھی نمونہ اپنی یادگار چھوڑا ہے جو اگرچہ مختصر ہے مگر معیاری ہے۔

ان کی فارسی شاعری کے مطالعے سے اہلِ نقد ونظر بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہیں فارسی شعر گوئی پر پوری قدرت حاصل تھی انہوں نے کم عمری ہی میں شاعری شروع کر دی تھی۔ چنانچہ صرف سولہ، سترہ سال کی عمر میں ایک غزل اور'' آج کل کی قابلیت'' کے زیرعنوان ایک نظم لکھ کر اپنے چچا ممتاز شاعر جناب قاضی نجم الدین ہری پوری کے سامنے پیش کی تھی جو یہاں پیش کی جا رہی ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

آج کل کی قابلیت

یوں تو ہے اپنی جگہ پر قابلیت اے جناب !
کر دیا ہے اس کو فیشن کی ہوا نے پر خراب

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

انشا پردازی جو منشی کے لئے تھا خاص کام
آج کل کی قابلیت نے مٹایا اس کا نام
چند دن جا کر کچہری کی ہوا کھائی اگر
بس سمجھ لیتے ہیں منشی آپ کو وہ بے خبر
سر پہ مفلر، تن پہ سوئٹر ہاتھ میں باندھے گھڑی
خاصہ منشی بن گئے لے قابلانہ اک چھڑی
مسٹر و ملاؔ میں علم و فضل کا ہونا مدام
ہے ضروری یہ نہیں ہوں گر تو وہ مطلق ہیں خام
جا کے دیو بند میں چندے جو کھائے دال بھات
یا کسی کالج میں جا کے سیکھ لی کچھ چکنی بات
بس سمجھ لیتے ہیں مسٹر اور مولانا ہوئے
جتنے قابل ہیں جہاں میں سب کے ہم نانا ہوئے
سامنے سے گر کسی قابل کا بھی ہوئے گزر
تو ذرا تعظیم کو اٹھتے نہیں وہ مَن سے ٹر
سولہ سترہ سال ہی کی ہے ابھی عمرِ جلالؔ
صاحبو! لائیں نہ اس پر حرف گیری کا خیال

غزل

جاں تجھے اپنی کہوں یا آنکھ کا تارا کہوں
تو ہی بتلا دے تجھے اے ماہ پارا ! کیا کہوں

ایک مجنوں ہی فقط تھا طالبِ لیلیٰ مگر
تجھ پہ سو مرتے ہیں تجھ کو کس طرح لیلیٰ کہوں

آسماں گردش سے رک جائے زمیں حرکت کرے
ان سے بھی اپنا اگر پُر درد افسانہ کہوں

ہیں مرے ناشاد دل میں سیکڑوں ارماں بھرے
دل کو اپنے، دل کہوں یا شوق کی دنیا کہوں

پھیر لوں سر گر غلامی سے تری میں جانِ من !
کس زباں سے پھر میں اپنے کو ترا شیدا کہوں

ہے لڑکپن کا زمانہ کھیل ہے یہ اے جلالؔ !
کب کا میں شاعر ہی ہوں جو یہ غزل بڑھیا کہوں

قاضی جلال ہری پوری اپنے طالب علمی ہی کے دور سے اپنی شاعرانہ صلاحیت کا اظہار اساتذۂ سخن کے سامنے کرنے لگے تھے چنانچہ مدرسہ نورالاسلام پورانا گنج میں ۱۹۳۷ء میں ان کے طالب علمی کے دور میں ایک طرحی مشاعرہ کا انعقاد ہوا تھا جس میں اس دور کے قدیم پورنیہ ضلع اور بیرون اضلاع کے ممتاز و باکمال شعرا و

اساتذۂ سخن نے شرکت کی تھی قاضی جلال ہری پوری نے بھی اس طرحی مشاعرہ میں بطور شاعر شرکت کی تھی اور اپنی سخن ورانہ صلاحیت کی داد ااساتذۂ سخن سے پائی تھی وہ غزل یہاں پیش کی جارہی ہے ملاحظہ فرمائیں:

مصرعۂ طرح:-نہ رکھا راز دل پنہاں مرا وہ راز داں ہوکر

پڑا ہوں ہجر میں یارو! کسی کے خستہ جاں ہوکر
کروں کیا شاعری اب میں نحیف و ناتواں ہوکر

بپا سیلاب ہے یارو! جہاں میں میری آنکھوں سے
شبِ فرقت خیالِ یار میں آنسو رواں ہوکر

الٰہی ! روز و شب شام و سحر یہ آرزو اپنی
گزاروں زندگی ان کی گلی کا پاسباں ہوکر

کیا رسوا سرِ محفل ان آنکھوں نے مجھے آخر
''نہ رکھا رازِ دل پنہاں مرا وہ راز داں ہوکر''

جلاؔل ! ایامِ طفلی میں یہ رنگیں شاعری تیری
زمانے میں کرے گا نام پیدا تو جواں ہوکر

اسی طرح انہوں نے اپنی کم عمری ہی میں بعض دیگر طرحی مشاعروں میں بھی اپنے چچا قاضی نجم ہری پوری کے ہمراہ شرکت کی تھی چنانچہ مدرسہ اسلامیہ قمر گنج کمہر وابائسی میں ۱۶رشعبان ۱۳۶۰ھ میں ایک طرحی مشاعرہ منعقد ہوا تھا

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

جس میں مندرجہ ذیل مصرعۂ طرح تھا:

مصرعۂ طرح :-آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتا دے مجھ کو

کاش تو خواب ہی میں جلوہ دکھا دے مجھ کو
ابنِ مریم کی طرح آ کے جلا دے مجھ کو

دستِ ساقی سے ملے گر تو غنیمت سمجھوں
گھول کر زہر جو محفل میں پلا دے مجھ کو

زندگی بھر نہیں احسان بھلاؤں اس کا
کوئی گر محملِ لیلیٰ کا پتا دے مجھ کو

رہ گزر میں ہوں بہت دن سے پڑا میں آکر
اس تمنا میں کہ ٹھوکر ہی لگا دے مجھ کو

ہو ترے عشق میں وہ فیضِ محبت دل پر
مکتبِ عشق کا استاذ بنا دے مجھ کو

مشک کی قدر نہ ہو میرے مشامِ جاں میں
اپنی زلفوں کی کوئی بُو جو سونگھا دے مجھ کو

موم ہے سنگ ہے شیشہ ہے کہ آئینہ ہے
''آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتا دے مجھ کو''

ایسی جلدی سے لڑکپن میں غزل لکھ کے جلالؔ!
اور آیا ہو کوئی گر تو سنا دے مجھ کو

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

اسی طرح ایک دوسرے مشاعرہ میں جو ۲۰ر رجب ۱۳۶۰ھ میں مدرسہ قمر گنج کمہر وابائسی میں منعقد ہوا تھا۔ جس میں مندرجہ ذیل مصرعۂ طرح تھا:

مصرعۂ طرح:۔ جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں

صاحبِ طرح: ناسخ لکھنوی

وہ کونسی ہے جا ترا جلوہ جہاں نہیں
کعبہ کلیسا، دیر و حرم میں کہاں نہیں

ہم بندۂ طلب ہیں ہمارا مکاں نہیں
''جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں''

مجرم تو بات کرتے ہیں بڑھ چڑھ کے ہر جگہ
ہوتی ہے بے قصور کے منہ میں زباں نہیں

جب بھی کھلی زباں تو نفی میں کھلی تری
کیا ہے لغاتِ حسن میں یہ لفظِ ہاں نہیں

یارب! ہو خیر ہم پہ وہ اتنا خفا ہے کیوں
کھائیں رقیب نے تو نئی چغلیاں نہیں

رودادِ ہجر تم کو سناؤں جلالؔ! کیا
تشریح کے کئے مرے منہ میں زباں نہیں

اس طرح سے قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے زندگی کے آخری ایام تک

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

اپنی شاعری کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنی خداداد صلاحیت اور مشق و ممارست کی بدولت آسمانِ شعر و ادب کے درخشندہ ستارہ بن کے چمکے اور اپنے معاصر شعرا کے درمیان اپنی منفرد شناخت قائم کی۔ ان کی شاعرانہ صلاحیت کا اعتراف معتبر اہلِ نقد و نظر نے کیا ہے۔

منظوم شادیانہ رقعہ نویسی:

قدیم پورنیہ ضلع میں منظوم شادیانہ رقعہ نویسی کی روایت بھی بڑی مستحکم رہی ہے۔ ماضی قریب تک شادی بیاہ کی تقریبات کے موقع پر منظوم دعوت نامے لکھنے لکھوانے کا رواج عام تھا۔ علاقے کے شرفا و معززین شادی کی تقریبات کے موقع پر منظوم دعوت نامے لکھوانا باعثِ فخر و افتخار سمجھتے تھے۔ اس کے لئے لوگ اپنے اپنے علاقے کے شعرا کرام کی خدمات حاصل کرتے چونکہ یہ ضلع شروع ہی سے بہت زرخیز رہا ہے اس ضلع میں ہر دور میں بڑی تعداد میں شعرا موجود رہے ہیں۔ چنانچہ جہاں ایک طرف شعرائے کرام اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے عوام کی فرمائشوں کی تکمیل کرتے ہوئے موقع محل کے مطابق برجستہ نظمیں لکھ کر اپنی شاعرانہ صلاحیت اور قادرالکلامی کا ثبوت دیتے، وہیں باذوق قارئین کے لئے تسکین کا سامان بھی فراہم کرتے، چنانچہ سرزمینِ ہری پور میں قاضی نجم ہری پوری اور قاضی جلال ہری پوری دونوں چچا بھتیجے نے نہ صرف اس روایت کو قائم رکھا، بلکہ اس فن کو ادبی وقار بھی بخشا۔ ابتدا میں طویل طویل نظمیں لکھی جاتی تھیں جس میں دولہا دلہن کے نام داعی کا نام

شادی کی تقریبات کی تاریخیں بھی ہوتی تھیں اور منظوم رقعہ نویسی کا یہ اسلوب عرصۂ دراز تک قائم رہا، لیکن بعد میں لوگوں کے شعری اور ادبی ذوق و رجحان میں نمایاں تبدیلی آئی۔ چنانچہ قاضی جلال ہری پوری نے بدلتے ہوئے رجحانات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فن میں کچھ نئے تجربات کئے۔ چنانچہ انہوں نے نظم ونثر دونوں صنفوں پر مشتمل رقعہ نویسی کی بنیا ڈالی نصف اول میں چند اشعار تحریر کرتے یہ اشعار عموماً غزل یا مثنوی کے فارم میں ہوتے نصف آخر میں یعنی لکھ کر دیگر تفصیلات نثر میں تحریر کرتے اس طرح قارئین نظم ونثر دونوں صنفوں سے بیک وقت لطف اندوز ہوتے۔

قاضی جلال ہری پوری نے اس صنف میں بھی کافی کمال پیدا کیا چنانچہ انہوں نے اپنے اعزہ واقارب کے علاوہ قرب وجوار کے سینکڑوں لوگوں کی شادی بیاہ کی تقریبات کے موقع پر منظوم دعوت نامے تحریر کئے ہیں۔ لوگ قاضی جلال ہری پوری کے پاس تشریف لاتے اور منظوم رقعہ کی فرمائش کرتے اگر چہ اپنی آخری عمر میں بڑھاپے اور خرابیِ صحت کی وجہ سے اکثر فرمائش کی تکمیل سے اظہارِ معذرت فرماتے ،لیکن اپنے عقیدت مندوں کے اصرار کے آگے اکثر انہیں بے بس ہونا پڑتا تھا اور ان کی فرمائش کی تکمیل کرنی پڑتی تھی۔ یہ سلسلہ ان کی وفات سے چند ماہ قبل تک جاری رہا اور انہوں نے اس میدان میں کافی شہرت بھی پائی اور اگر یہ کہا جائے کہ علاقے میں ان کو ایک قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے شہرت و ناموری منظوم شادیانہ رقعہ نویسی ہی کی بدولت ملی تو غلط نہیں ہوگا۔ اگر چہ قاضی جلال ہری پوری کی لکھی ہوئی ساری

شادیانہ نظمیں محفوظ نہیں رہ سکیں، البتہ تلاش و جستجو کے بعد جتنی نظمیں مجھے دستیاب ہوئیں ان سب کو میں نے 'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' میں شامل کردیا ہے۔

نثر نگاری:

قاضی جلال ہری پوری ایک اچھے نثر نگار بھی تھے انہوں نثر میں کوئی مستقل تصنیف تو نہیں چھوڑی ہے البتہ انہوں جو خطوط تحریر کئے ہیں ان سے ان کی نثر نگاری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کی مکتوب نگاری کے اسلوب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اچھے اور منفرد طرزِ تحریر کے نثر نگار بھی تھے۔ ان کے مکتوبات کو بھی میں نے ترتیب دیا ہے، عنقریب شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

خوش نویسی:

قاضی جلال ہری پوری کو اللہ تعالی نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا انہی خوبیوں میں سے ایک خوبی ان کی خوش نویسی بھی تھی وہ بڑے خوش نویس اور خوش خط تھے اگر چہ بڑھاپے میں ہاتھوں میں جنبش کی وجہ سے قلم پر پوری گرفت نہیں رہتی تھی اس کے باوجود جب لکھنے لگتے تو کاغذ پر موتی بکھیرتے چلے جاتے یہ دولت بھی انہیں شاعری ہی کی طرح اپنے آبا و اجداد سے وراثت میں ملی تھی۔ چنانچہ ان کے دادا قاضی منشی مہتاب الدین احمد ہری پوری، ان کے والد قاضی منشی عبدالرحیم ہری پوری اور چچا قاضی نجم ہری پوری بہت ہی عمدہ خوش نویس اور خطاط تھے۔

مطالعہ کا ذوق:

قاضی جلال ہری پوری کو مطالعہ کا بے حد ذوق تھا۔ آپ صرف اردوو فارسی نثر ونظم کی کتابوں اور رسائل وجرائد کا ہی مطالعہ نہیں کرتے بلکہ مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا مطالعہ کرتے۔ اوائل عمر میں آپ کو شعر وادب کی کتابوں کے مطالعہ کا زیادہ شوق تھا، لیکن دھیرے دھیرے عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے ذہنی وطبعی میلانات ورجحانات میں بھی تبدیلی آئی اور آپ کے مطالعہ میں بھی وسعت پیدا ہوئی۔ چنانچہ جب آپ نے ممتاز بزرگ شیخ طریقت حضرت مولانا سعید خاں صاحب اعظمی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں بیعت کی اور تصوف وسلوک کی تعلیمات حاصل کرنے لگے تو سیرت النبیؐ، دینیات، تصوف، تاریخ اسلامی، فقہ اسلامی اور مشائخ وبزرگان دین کی سیرت وسوانح کا مطالعہ زیادہ کرنے لگے۔

آپ کے مطالعہ میں کافی وسعت تھی اور گہرائی اور گیرائی بھی چنانچہ آپ کے وسیع مطالعہ ہی کا نتیجہ تھا کہ شعر وادب کے علاوہ فقہ اسلامی، تصوف وسلوک، اسلامی تاریخ اور سیرت وسوانح سے بھی آپ بخوبی واقف تھے۔

زندگی کے آخری ایام تک مطالعہ کے ذریعہ سے اپنی معلومات میں اضافہ کرتے رہے آپ کی زندگی کے آخری ایام میں عموماً شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حجتہ اللہ البالغہ، امام غزالیؒ کی احیاء العلوم، علامہ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف

المعارف، مجدد الف ثانیؒ کی مکتوبات امام ربانیؒ اور مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کی قصص القرآن جیسی اہم کتابیں ہمہ وقت آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔

بیعت وارادت:

قاضی جلال ہری پوری کا خاندان ایک علمی وادبی خاندان کے ساتھ ساتھ خالص دینی و مذہبی رجحانات ومیلانات کا حامل خاندان تھا۔اس خاندان کے افراد میں ہمیشہ دینی رجحان غالب رہا اور بزرگانِ دین اور مشائخ عظام سے عقیدت ووابستگی بھی رہی۔ آپ کے خاندان کے بزرگوں کو ہمیشہ ظاہری اصلاح کے ساتھ ساتھ باطنی اصلاح کی بھی فکر رہی۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری کے آبا واجداد نے تزکیۂ نفس اور تصوف وسلوک کی جانب توجہ دی اور اپنے اپنے دور کے معتبر اور صحیح العقیدہ مشائخ طریقت سے اصلاح باطن کی خاطر وابستہ رہے اور بزرگانِ طریقت کی نگرانی میں تصوف و سلوک کے مراحل طے کرتے رہے۔ چنانچہ آپ کے والدِ گرامی قاضی منشی عبدالرحیم مرحوم اور چچا قاضی نجم ہری پوری مرحوم اس عہد کے نامور بزرگ شیخِ طریقت حضرت الحاج حافظ حامد حسن علوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور تصوف وسلوک کے جملہ مراحل کی تکمیل انہی کی نگرانی میں کی تھی۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری نے بھی تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کی خاطر شیخِ کامل پیر طریقت حضرت مولانا سعید خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ

حضرت الحاج حامد حسن علویؒ سے بیعت کی اور اپنے مرشد سے تصوف وسلوک کے مراحل طے کرنے لگے اپنے پیر کے انتقال کے بعد اپنے مرشد زادہ و جانشین حضرت مولانا پروفیسر عضد الدین خاںؒ سابق صدر شعبۂ اسلامیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے وابستہ ہوئے۔

آپ اپنے اورادووظائف اور سلسلہ کے کاموں کو تسلسل اور پابندیٔ وقت کے ساتھ تکمیل کرتے چونکہ آپ کے مزاج میں اعتدال وتوازن تھا اس لئے کبھی بھی بے اعتدالی اور بے ضابطگی کے شکار نہیں ہوئے بلکہ اعتدال وتوازن کے ساتھ زندگی کے دیگر فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ تصوف وسلوک کی راہ میں بھی محنت ومجاہدہ کرتے رہے سلسلہ کے کاموں میں محنت ومجاہدہ، مستقل مزاجی اور سچی لگن کی وجہ سے آپ کے شیخ آپ پر خصوصی توجہ دیتے تھے اور لطف وعنایت کا معاملہ بھی کرتے تھے۔

حضرت حامد حسن علویؒ کے خلیفہ مولانا سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کی باطنی اصلاح اور تصوف وسلوک کی تعلیمات کی غرض سے سال میں کئی مرتبہ ''ہفغیاں خانقاہ'' تشریف لاتے تھے چنانچہ جب جب حضرت پیر صاحبؒ کی آمد ہفغیاں خانقاہ میں ہوتی ۔ قاضی جلال ہری پوری مرحوم اپنے مرشد کی خدمت میں حاضری دیتے اور شیخ کی ذات سے استفادہ کرتے حضرت سعید خاںؒ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ و جانشین حضرت مولانا پروفیسر عضد الدین خاںؒ بھی سال میں کئی مرتبہ اپنے مریدین کو درس سلوک دینے اور ان کی باطنی اصلاح کے لئے ''ہفغیاں

خانقاہ" تشریف لاتے تھے۔

قاضی جلال ہری پوری مرحوم جب تک صحت مند رہے حضرت پیر صاحب کی آمد پر ہمیشہ خانقاہ جاتے اور اپنے مرشد کی خدمت میں حاضری دیتے اور اپنے مرشد کی بافیض ذات سے فیضیاب ہوتے کئی مرتبہ تو قاضی جلال ہری پوری مرحوم اپنے مرشد جناب مولانا سعید خاں رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے جانشین اور صاحبزادہ حضرت مولانا پروفیسر عضدالدین خاں رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر بھی لانے میں کامیاب ہوئے اور آپ ہی کی کوششوں سے میرے گاؤں اور قرب و جوار کے گاؤں کے بہت سے افراد سلسلہ میں داخل ہوئے۔

آپ کو اپنے مرشد سے کافی عقیدت تھی اور آپ کے مرشد بھی آپ سے بڑی شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے آپ کو اپنے مرشد سے جو محبت اور عقیدت تھی اس کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں آپ نہ صرف اپنے دینی اور مذہبی امور بلکہ اپنے گھر کے حالات ،بال بچوں کی تعلیمی صورت حال، صحت و عافیت الغرض مختلف امور کے بارے میں اپنے شیخ کو خط کے ذریعہ آگاہ کرتے اور مشورہ بھی طلب کرتے اور آپ کے مرشد بھی آپ کو اسی شفقت ومحبت سے خطوط کے جوابات عنایت فرماتے اور مشورہ سے نوازتے تھے۔

قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے انتقال کے بعد بھی پیرِ طریقت حضرت

مولانا پروفیسر عضدالدین خانؒ سے ہمارے خاندان کا تعلق قائم رہا، افسوس صد افسوس کہ مورخہ ۱۷ر اپریل ۲۰۱۶ء مطابق ۱۰ر رجب ۱۴۳۷ھ کو حضرت پیر صاحب کا وصال ہوگیا، ان کے وصال کے بعد ان صاحبزادے اور جانشیں سے یہ تعلق قائم ہے۔ قاضی جلال ہری پوری نے ایک منظوم شجرۂ طریقہ عالیہ قادریہ بھی لکھا ہے جو قارئین کی نذر ہے ملاحظہ فرمائیں:

منظوم شجرۂ طریقہ عالیہ قادریہ

رحم فرما اے خدا ! تو مصطفیٰؐ کے واسطے
فخرِ موجودات شاہِ انبیا کے واسطے
دونوں عالم کی الٰہی ! مشکلیں آسان کر
فاتحِ خیبر علیؓ مشکل کشا کے واسطے
آشنائے لذّتِ جامِ شہادت کر مجھے
سیّد الشھدا حسینؓ مقتدا کے واسطے
دولتِ صبر و رضا یارب ! عطا فرما مجھے
حضرتِ سجاد کے صبر و رضا کے واسطے
ظاہر و باطن کو میرے اے خدا ! یکساں بنا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

حضرتِ باقر امامِ باصفا کے واسطے
یا الٰہَ العالمیں ! کر اتقا مجھ کو نصیب
حضرتِ جعفر رئیس الاتقیا کے واسطے
بخش دے میرے جرائم موسیٰ کاظم کے طفیل
رحم کر مجھ پر علی موسیٰ رضا کے واسطے
نفس و شیطاں کے فریب و مکر سے مجھ کو بچا
حضرتِ معروف کرخی رہنما کے واسطے
بخش دے یارب! سری سقطی کے صدقہ میں مجھے
چشمِ رحمت ہو جنیدِ باصفا کے واسطے
نورِ ایماں سے مرا سینہ ہو روشن اے خدا!
حضرتِ شبلی امام الاصفیا کے واسطے
سرخرو کر دونوں عالم میں پئے عبدالعزیز
فضل فرما عبدِ واحد پارسا کے واسطے
فرحتِ کونین مجھ کو کر عطا مولیٰ مرے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

اپنے پیارے بوالفرح اہلِ ولا کے واسطے
بوالحسن قرشی کی خاطر نارِ دوزخ سے بچا
بابِ رحمت کھول دے اس ناسزا کے واسطے
یا الہٰ العالمیں ! بہرِ سعیدِ مخزمی
پیرِ پیراں عبدِ قادر پیشوا کے واسطے
بہرِ عبد الباریِ والا گہر والا نژاد
سید السادات فخرِ اولیا کے واسطے
یا الٰہی ! بہرِ حضرت حافظِ حامد حسن
غوثِ عالم سرگروہِ اتقیا کے واسطے
بخش دے یارب! جلاؔلِ بے نوا کو بخش دے
ہادی و مرشد سعیدِ باصفا کے واسطے
عرصۂ محشر میں یارب ! میری رسوائی نہ ہو
بہرِ عضد الدین قطبِ رہنما کے واسطے

اس کے علاوہ آپ نے حضرت حافظ حامد حسن علوی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات پر فارسی

زبان میں ایک قطعۂ تاریخِ وصال بھی لکھا ہے:

قطعۂ تاریخِ وصال حضرت حامد حسن علویؒ کوہنڈہ اعظم گڑھ

از جہاں چوں عازمِ فردوس شد
حضرتِ حامد حسن غوثِ زماں
سالِ ہجری زد رقم کلکِ جلالؔ
بست و یک از چاردہ صد کم بداں

۱۳۷۹ھ

ازدواجی زندگی:

قاضی جلال ہری پوری ۱۹۴۸ء میں محترمہ مریم النسا بنت محمد ممتاز ساکن "کھیمیاں" سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ محمد ممتاز جلال ہری پوری کے حقیقی پھوپھا الحاج احسان علیؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ میری دادی ایک گھریلو خاتون تھیں۔ وہ صوم وصلوٰۃ کی بڑی پابند تھیں۔ چونکہ وہ پروفیسر عضدالدین خانؒ سے بیعت بھی تھیں اس لئے نماز وروزہ کی پابندی کے علاوہ اپنے سلسلہ کے اوراد ووظائف کو بھی بڑی پابندی سے انجام دیتی تھیں۔ انہیں اللہ نے گھریلو انتظام اور نظم ونسق کا کافی سلیقہ عطا فرمایا تھا۔

چنانچہ میری دادی اپنی سلیقہ مندی، سمجھداری اور دور اندیشی کی وجہ سے میرے دادا مرحوم کے گھر کی معاشی صورتِ حال میں کافی تبدیلی لے آئیں۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ میرے گھر میں کاشتکاری وزراعت کے پیشہ کی بنیاد میری دادی

نے ہی اپنی ذاتی کوششوں سے ڈالی، کیونکہ میرے آباؤ اجداد کاشتکاری اور زراعت کے کام کو خود سے نہیں کرتے تھے بلکہ ساری قابلِ کاشت زمین کو بٹائی پر دے دیتے تھے اور بٹائی سے جو کچھ اناج مل جاتا اسی پر اکتفا کرتے۔

لیکن جب میری دادی ہری پور آئیں تو انہوں نے یہاں دیکھا کہ کافی قابل کاشت زمینیں رہنے کے باوجود یہ لوگ کاشتکاری خود سے نہیں کرتے بلکہ بٹائی پر کاشتکاری کرواتے ہیں اور بٹائی کے ذریعہ حاصل شدہ غلہ جات پر اکتفا کرتے ہیں جو ان لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ناکافی ہیں۔

ان حالات کو دیکھ کر انہوں نے اپنے والدِ گرامی سے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ ایک ہل اور ایک جوڑا بیل کا انتظام فرما کر ہمیں جلدی بھیج دیں چنانچہ ان کے والدِ محترم نے ایسا ہی کیا اور اپنی بیٹی کی خواہش کی جلد ہی تکمیل فرما دی اس درمیان میری دادی میرے دادا مرحوم کو چھوٹے پیمانے پر کاشتکاری کے کام کو انجام دینے کی تلقین کرتی رہیں بالآخر میرے دادا مرحوم نے اس مشورہ کو قبول کیا اور کاشتکاری اور زراعت کے لئے آمادہ ہو گئے چنانچہ انہوں نے پہلی مرتبہ محمد ولی ساکن رنگریا کو اپنے گھر کاشتکاری کے کام کو انجام دینے کے لئے ملازم رکھا اور اللہ کا نام لے کر کاشتکاری کا کام شروع کر دیا پھر کیا تھا روز بہ روز کاشتکاری اور زراعت میں ترقی ہوتی رہی اور گھر میں خوشحالی بھی آئی اور ہمہ وقت گھر میں ملازمین اور مزدوروں کا ہجوم بھی رہنے لگا۔

محمد ولی صاحب آج بھی باحیات ہیں جو میرے دادا مرحوم کے ایک وفادار

ملازم اور کاشتکاری کے کاموں کے لئے مشیرِ خاص تھے ایک طویل عرصہ تک وہ میرے ہاں ملازم رہے اور آج بھی ان کو اس گھر کے جملہ افراد سے کافی انسیت ومحبت ہے اور ہمیشہ اپنی عقیدت ومحبت کا عملی مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

اس طرح میری دادی محترمہ مریم النسا کا میرے خاندان کے معاشی نظام کو بہتر بنانے میں کافی اہم رول رہا ہے۔ میری دادی جب تک باحیات رہیں پورے ہوش وحواس کے ساتھ رہیں اور اپنے جملہ امور کو خود سے انجام دیتی رہیں۔ انہیں اپنے بال بچے، پوتے پوتیوں، نواسے اور نواسیوں سے کافی بھی محبت تھی۔ میرے دادا قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے انتقال کے بعد تقریباً ۱۸؍سالوں تک میری دادی جان با حیات رہیں بالآخر مورخہ ۲۳؍اکتوبر ۲۰۱۵ء مطابق ۸؍محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بروز جمعرات بوقت 3:40 منٹ میں سہ پہر کو میری دادای جان نے اس دارِفانی کو الوداع کہا اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بھرپور مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین!

نوٹ:- میں نے اپنی دادی جان مرحومہ کی وفات کے بعد 'آہ! دادی جان' کے عنوان سے ایک طویل مضمون بھی تحریر کیا ہے، جسے طوالت کے خوف سے یہاں شامل نہیں کیا جارہا ہے، ان شاءاللہ کسی موقع سے اس کی اشاعت ہوگی۔

محمد رضوان ندوی

اولاد:

قاضی جلال ہری پوری کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں لڑکوں میں سب سے بڑے قاضی حامد حسن ہیں جو راقم الحروف کے والد گرامی ہیں وہ میٹرک ٹرینڈ ہیں۔ انہوں نے

میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بجائے بی۔ٹی میں داخلہ لے لیا اور ٹریننگ مکمل ہوتے ہی انہیں فوراً سرکاری اسکول میں ملازمت مل گئی، چنانچہ ۲۱ر نومبر ۱۹۷۳ء کو بائسی بلاک میں واقع بریلی گاؤں کے پرائمری اسکول میں ان کا پہلا تقرر ہوا۔اس کے بعد ۱۶ر مارچ ۱۹۷۴ء میں بائسی بلاک ہی کے ملاح ٹولی گاؤں کے پرائمری اسکول میں ان کا تبادلہ ہوگیا،اس کے بعد ۲۶ر اگست ۱۹۷۶ء میں ان کا پھر دوبارہ بریلی پرائمری اسکول میں تبادلہ ہوگیا پھر ایک طویل مدت تک انہوں نے اس اسکول میں تدریسی خدمات بحسن وخوبی انجام دیں۔اس کے بعد ۲۰ر فروری ۱۹۹۴ء میں بیسا بلاک کے منگل پور گاؤں کے پرائمری اسکول میں ان کا تبادلہ ہوگیا تقریباً ۴ر چار سالوں تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔اس کے بعد جولائی ۱۹۹۷ء میں پھر بائسی بلاک کے آسجہ گاؤں کے پرائمری اسکول میں ان کا تبادلہ ہوگیا۔فروری ۲۰۰۴ء میں امور بلاک میں واقع فرساڈینگا (گریا) کے مڈل اسکول میں ان کا تبادلہ ہوگیا اور یہیں سے یکم فروری ۲۰۱۴ء کو ہیڈ ماسٹر کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔اس طرح سے آپ نے پورنیہ ضلع کے امور، بائسی اور بیسا بلاک کے مختلف پرائمری اور مڈل اسکولوں میں طویل عرصے تک درس وتدریس کے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیا اور علم کی روشنی سے علاقے کے نونہالوں کے ذہن ودماغ کو روشن کیا۔

قاضی جلال ہری پوری نے اپنے بڑے صاحبزادے کی شادی اپنے گاؤں ہری پور کے ایک معزز،شریف اور سربرآوردہ شخصیت جناب کھیا محمد فاروق عالم مرحوم

ابن شیخ سعید الرحمان مرحوم کی صاحبزادی عذرا خاتون کے ہمراہ کی تھی۔ واضح رہے کہ میری نانی محبوب النسا مرحومہ میرے دادا مرحوم کے چچا زاد چچا کی صاحبزادی تھی دونوں کے پردادا ایک ہی تھے۔ یعنی قاضی جلال ہری پوری کے دادا قاضی مہتاب الدین احمد مرحوم تھے۔ اور میری نانی محبوب النسا مرحومہ کے دادا قاضی محمد یٰسین مرحوم تھے لیکن دونوں کے پردادا قاضی مدد علی مرحوم ہی تھے۔

دوسرے صاحبزادے قاضی قمر الزماں ہیں۔ جنہوں نے بی۔اے (ہسٹری آنرس) اور بی۔ایڈ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ انہیں فوراً ملازمت نہیں مل پائی اسی لئے وہ کئی سالوں تک تجارت سے وابستہ رہے لیکن اب ان کو بھی سرکاری ہائی اسکول میں ملازمت مل گئی ہے۔ اب وہ بھی درس و تدریس کے باوقار پیشہ سے وابستہ ہیں چنانچہ ان دنوں ہفنیاں ہائی اسکول، امور پورنیہ میں سماجی علوم کے استاد کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ان کی شادی ہری پور سے قریب ہی میں واقع ایک معروف گاؤں کھاڑھی اسٹیٹ جو زمینداروں کی بستی ہے اسی گاؤں کے ایک معزز زمیندار اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص جناب عبدالحفیظ ایڈوکیٹ مرحوم کی بڑی صاحبزادی محترمہ صبیحہ خاتون کے ہمراہ ہوئی ہے۔

اور سب سے چھوٹے قاضی محمد نورالزماں ہیں جنہوں نے بنیادی تعلیم اپنے گھر ہی پر حاصل کی اور مزید اعلیٰ تعلیم کی جانب اس نے توجہ نہیں دی بلکہ زراعت اور

کاشتکاری کے کام میں لگ گئے اور مستعدی کے ساتھ ان کام کو انجام دینے لگے اور آج بھی وہ کاشتکاری کے کام میں اپنے دونوں بھائیوں کے مقابلے میں زیادہ مستعد اور سرگرم ہیں لیکن ان دنوں وہ بھی زراعت کے ساتھ ساتھ تجارت سے وابستہ ہوگئے ہیں ۔ ان کی شادی قفیر ٹولی کے ایک معزز شخص جناب خواجہ عبدالرشید صاحب کی صاحبزادی صہبا خاتون سے ہوئی ہے۔

قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے تینوں صاحبزادے صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں اور آپس میں اتحاد واتفاق کی فضا قائم کئے ہوئے ہیں اور معاشرہ میں باوقار زندگی گزار رہے ہیں اور سماج کے دیگر افراد کے ساتھ بھی ان لوگوں کے تعلقات خوش گوار ہیں یہ حضرات نہ صرف اپنے خاندانی عزت وشرافت کو بحال کئے ہوئے ہیں بلکہ حتی الامکان فروغ بھی دے رہے ہیں۔

صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تسمینہ خاتون ہے۔ جن کی شادی قاضی جلالؔ ہری پوری مرحوم نے اپنے خاندان کے ایک معزز شخص جناب قاضی اسحاق تحصیلدار مرحوم کے صاحبزادے جناب قاضی منشی شائق احمد کے ہمراہ کی۔

دوسری صاحبزادی کا نام تحسینہ خاتون ہے جن کی شادی کھاڑھی اسٹیٹ سے متصل ایک مشہور گاؤں باسول ہے وہیں کے باشندہ جناب منشی غیاث الدین مرحوم جو اپنے گاؤں کے ایک معزز شخص تھے کے صاحبزادہ جناب عبدالسلام مرحوم کے ہمراہ ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ منشی غیاث الدین مرحوم اور قاضی جلال ہری پوری

مرحوم چچیرے ہم زلف (ساڑھو) تھے۔

اور تیسری صاحبزادی تنویرہ خاتون (قمر الضیا) ہے جن کی شادی ہفنیاں جو ایک تعلیم یافتہ اور سرکاری ملازمت پیشہ لوگوں کا گاؤں ہے اسی گاؤں کے ایک زمیندار اور معزز شخص جناب عبدالعزیز پٹنی دار مرحوم کے صاحبزادے جناب الحاج ماسٹر عبدالودود صاحب کے ہمراہ ہوئی ہے۔

سب سے چھوٹی صاحبزادی جن کا نام شمس الضیا ہے ان کی شادی کھیمیاں کے باشندہ جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب شمسی سے ہوئی ہے، جو قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے پھوپھی زاد بھائی جناب غلام مرتضیٰ مرحوم کے اکلوتے بیٹے اور ان کے حقیقی پھوپھا معروف بزرگ شیخ طریقت الحاج احسان علیؒ مرحوم کے پوتے ہیں۔

قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے تینوں صاحبزادے اور چاروں صاحبزادیاں باحیات ہیں اور سبھی صاحب اولاد بھی ہیں اور خوش حال و خوش گوار زندگی گزار رہے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ اس خاندان سے وابستہ تمام افراد کو دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور اپنے بزرگوں کی نیک نامی کو زندہ رکھنے اور آخرت کے لئے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

تصنیفات:

قاضی جلال ہری پوری نے اردو فارسی کلام پر مشتمل ایک مکمل دیوان اور اپنے مکتوبات کا مجموعہ ''آئینہ خیال'' اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ واضح رہے کہ راقم الحروف نے ان کے

شعری دیوان کا ایک انتخاب ''کلام قاضی جلالؔ ہری پوری'' کے نام سے ترتیب دے کر ۲۰۰۸ء میں فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ کے مالی تعاون سے کاکوری آفسیٹ پریس لکھنؤ سے شائع کیا ہے۔ اب 'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں ان کے تمام باقی ماندہ کلام کو یکجا کر دیا گیا ہے اور 'آئینہ خیال' بھی زیرِ طبع ہے۔ مستقبل قریب میں 'کلیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری' کی اشاعت کا ارادہ ہے جس میں ان کی تمام شعری تخلیقات کو یکجا کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

آپ کے شب و روز کے معمولات:

صبح سے شام تک آپ کے روزمرہ کے معمولات اس طرح سے تھے کہ آپ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوتے اور تہجد کی نماز ادا کرتے۔ اس کے بعد آپ ذکر جہری (بلند آواز سے ذکر) کرتے ذکر سے فارغ ہو کر کچھ دیر کے لئے سو جاتے۔ پھر طلوع فجر کے بعد بیدار ہوتے اور پھر اپنی طبعی ضروریات سے فارغ ہو کر وضو فرماتے۔ پھر اذان دیتے اور فجر کی نماز ادا کرتے چونکہ آپ اپنے محلّہ کی مسجد کے امام و خطیب بھی تھے۔ اس لئے عموماً اذان اور امامت دونوں ذمہ داریوں کو خود ہی نبھاتے تھے۔

پھر فجر کی نماز کے بعد اپنے سلسلے کے معمولات اور اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے اور یہ سلسلہ اشراق کے وقت تک جاری رہتا۔ پھر اشراق کی نماز پڑھتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے تھوڑی دیر بعد ناشتہ کرتے۔ ناشتہ سے فراغت

کے بعد اگر آپ کی طبیعت اچھی رہتی اور کھیت میں مزدور کام میں مشغول رہتے تو کبھی کھیت کی جانب چلے جاتے اور فصل وغیرہ دیکھ کر مزدوروں کو کام کے سلسلہ میں ہدایت دے کر ایک گھنٹہ کے اندر گھر واپس چلے آتے اگر طبیعت اچھی نہیں رہتی یا کھیت میں کوئی فصل نہیں ہوتی یا مزدور کام پر نہیں ہوتے تو ناشتہ کے بعد عموماً اپنے بیٹھک ہی میں بیٹھے کتابوں کا مطالعہ فرماتے اور وقفہ وقفہ سے حقہ پیتے اور اگر کوئی آپ سے ملنے آتا تو آپ ان سے ملاقات کرتے۔

پھر جب چاشت کا وقت ہو جاتا تو چاشت کی نماز ادا کرتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور عموماً بارہ/ساڑھے بجے تک غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاتے اور اس کے بعد دوپہر کا کھانا تناول فرماتے پھر تھوڑی دیر قیلولہ کرتے (دوپہر کے کھانا کھانے کے بعد سوتے) پھر نیند سے بیدار ہوتے وضو کرتے اور ظہر کی نماز ادا کرتے اور نماز ظہر کے بعد بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ کیونکہ آپ کے سلسلہ میں بعد نماز ظہر تلاوت قرآن کا معمول تھا۔

اس کے بعد عصر کے وقت ہونے تک آرام کرتے یا مطالعۂ کتب میں مشغول رہتے۔ آپ روزانہ کتابوں کا مطالعہ فرماتے لیکن اس کے لئے کوئی مخصوص وقت نہیں تھا بلکہ دن بھر میں جب بھی موقع مل جاتا آپ کتابوں کا مطالعہ فرماتے پھر عصر کی نماز ادا کرتے اور عصر کی نماز کے بعد نہایت مختصر وظیفہ تھا جسے عموماً دس منٹ میں ادا کر لیتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور کچھ ہلکا ناشتہ کرتے پھر چائے پیتے

اور عصر تا مغرب کا وقت عموماً اپنے بیٹھک میں بیٹھ کر گزارتے تھے۔

جب مغرب کا وقت ہو جاتا تو مغرب کی نماز ادا کرتے اور اس کے بعد کافی دیر تک اپنے سلسلہ کے معمولات میں مشغول ہو جاتے وظیفہ سے فراغت کے بعد مسجد سے باہر نکلتے اور حسب ضرورت کبھی دروازہ پر اور کبھی اندر بیٹھتے اس کے بعد حقہ پیتے اور اپنے ملازمین کے ساتھ کھیتی باڑی کے کاموں کے سلسلے میں گفتگو کرتے اس کے بعد عشا کی نماز ادا کرتے بعد نماز عشا بھی کافی دیر تک اپنے سلسلہ کے اوراد و وظائف میں مشغول رہتے وظائف سے فراغت کے بعد گھر تشریف لاتے عشا کا کھانا کھاتے پھر سو جاتے۔ یہ تھے میرے دادا اور مربی و محسن قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے شب و روز کے معمولات جن کا میں نے بذات خود مشاہدہ کیا ہے۔

وفات:

قاضی جلال ہری پوری مرحوم اکثر بیمار رہتے تھے، وہ زیادہ تر پورنیہ کے معروف فزیشین ڈاکٹر زیڈ۔ بی رضا مرحوم اور مشہور سرجن ڈاکٹر زیڈ رحمان مرحوم کے زیر علاج رہتے تھے اور ڈاکٹروں کے مشورے سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ دوائی لیتے رہتے تھے، چنانچہ ۲۱ را کتوبر ۱۹۹۷ء کو جب آپ کو بخار، کھانسی اور زکام کی شکایت ہوئی تو آپ کو ریفرل ہاسپٹل امور کے ڈاکٹر اے۔ ڈی پرساد کے پاس لے جایا گیا، ڈاکٹر نے آپ کا مکمل طبی معائنہ کے بعد علاج شروع کیا۔ واضح رہے کہ معمولی بیماری ہوتی جیسے نزلہ، زکام، بخار وغیرہ تو عموماً ڈاکٹر اے۔ ڈی پرساد کے پاس علاج کرواتے تھے، اگر زیادہ

طبیعت ناساز ہوتی تو پورنیہ جاتے اور ڈاکٹر زیڈ رحمان یا ڈاکٹر زیڈ۔ بی رضا سے علاج کرواتے تھے، لیکن اس مرتبہ علاج و معالجہ سے آپ کی صحت میں کوئی بہتری نہیں آئی اور ایک ہفتہ تک یہی صورت حال برقرار رہی، لیکن بیماری کے دوران نہ کبھی آپ کمل طور سے بے ہوش ہوئے اور نہ قوتِ گویائی سلب ہوئی، بلکہ وفات سے کچھ دیر پہلے تک آپ کا ہوش وحواس بالکل برقرار رہا اور پورے ہوش وحواس کے ساتھ بات چیت کرتے رہے۔ بالآخر ۲۸ / اکتوبر ۱۹۹۷ء منگل کا دن گزر کر بدھ کی شام کو بوقت ۷/ بجے شب آپ نے اس دارِفانی کو الوداع کہا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ بدھ کے دن آبائی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اس طرح علم و ادب کا ایک درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا اناللہ وانا الیہ راجعون۔ میری فرمائش پر ممتاز شاعر، بین الاقوامی شہرت یافتہ عروض داں، ادیب ونقاد جناب پروفیسر ڈاکٹر عارف حسن خاں صاحب نے میرے دادا قاضی جلال ہری پوری مرحوم کی وفات پر ایک عمدہ قطعۂ تاریخ وفات لکھا ہے جو یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

قطعۂ تاریخ وفات قاضی جلال الدین جلال ہری پوری مرحوم

از: پروفیسر ڈاکٹر عارف حسن خاں صاحب، علی گڑھ

سابق صدر شعبۂ اردو، ہندو کالج، مراد آباد، اتر پردیش

قاضی جلال الدین جو عالم بھی تھے شاعر بھی تھے

رخصت جہاں سے ہوگیے، ہے یہ خبر اندوہ گیں

دستور اس دنیا کا ہے، آیا ہے جو، جائے گا وہ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

شاہ و گدا کوئی ہو مرنے سے مفر ہر گز نہیں

شامل کیا سر ''آہ'' کا تاریخ عارفؔ ! تب ہوئی

''قاضی جلال الدین ہیں گلزارِ جنّت کے مکیں''

1996

1996+1=1997

نوٹ:- اس قطعۂ تاریخِ وفات کے تیسرے شعر کے آخری مصرعہ سے ۱۹۹۶عیسوی سال برآمد ہوتا ہے۔ آہ کا سر الف ہے، جس سے ا/ کا عدد برآمد ہوتا ہے اس ا/ کے عدد کو ۱۹۹۶عیسوی سال میں جوڑ دینے سے ۱۹۹۷عیسوی سال ہوتا ہے، جو قاضی جلال ہری پوری مرحوم کا سنِ وفات ہے۔ مرتب

تجہیز و تکفین:

چنانچہ آپ کی وفات کی خبر علاقے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور آپ کے آخری دیدار کے لئے شام ہی سے آپ کے اعزہ و اقارب، احباب و رفقا اور عقیدت مندوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آنے والوں میں ہر طبقہ، ہر مسلک و مکتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ حتیٰ کہ برادرانِ وطن بھی (غیر مسلم) بھی بڑی تعداد میں آئے تھے۔

قرب و جوار میں رات ہی میں آپ کی وفات کی خبر ہو چکی تھی اور دور دراز کے علاقوں میں علی الصبح اطلاع دینے کا نظم کیا گیا تھا اور رات ہی میں یہ مشورہ ہوا کہ آپ کی تدفین کس قبرستان میں ہو، آبائی قبرستان یا کھیمیاں قبرستان۔ واضح رہے کہ

کھیمیاں قبرستان میری دادی محترمہ مریم النسا کا آبائی قبرستان ہے جہاں قاضی جلال ہری پوری کے حقیقی پھوپھا معروف بزرگ شیخِ طریقت حضرت الحاج احسان علیؒ خلیفہ حضرت حافظ حامد حسن علویؒ کا مزار ہے۔

یہ بات اس لئے زیرِ بحث آئی کیونکہ قاضی جلال ہری پوری کا آبائی قبرستان دریائے کنکئی کی زد میں تھا۔ بلکہ کچھ حصہ نذرِ دریا بھی ہو چکا تھا۔ اس لئے ندی کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے میرے والد صاحب اور گھر کے دیگر افراد کی خواہش تھی کہ کھیمیاں قبرستان ہی میں آپ کی تدفین عمل میں آئے۔ لیکن قاضی جلال ہری پوری کے عقیدت مندوں اور گاؤں کے بیشتر لوگوں کی خواہش تھی کہ انہیں ہری پور قبرستان میں ہی سپردِ خاک کیا جائے۔ چنانچہ میرے گھر والوں نے عوام کی خواہش کی قدر کرتے ہوئے ہری پور قبرستان ہی میں تدفین کی اجازت دے دی۔

صبح ہوتے ہی آپ کی تجہیز و تکفین کی تیاری شروع ہوگئی۔ قبر کھودنے کی ذمہ داری جناب محمد ولی صاحب نے لی، جو جلال مرحوم کے وفادار ملازم تھے۔ چنانچہ انہوں نے دیگر معاونین کی مدد سے قبر کھودی۔ کفن منگوایا گیا اور غسل دلانے کی تیاری بھی شروع کردی گئی۔ غسل سے فراغت کے بعد کفنا کر آپ کے جسدِ خاکی کو آپ کے فرزندوں، عزیزوں اور عقیدت مندوں نے اپنے کندھے پر اٹھایا اور قبرستان کی جانب روانہ ہوگئے۔

قبرستان کے قریب ہی آپ کے جنازے کی نماز ادا کی گئی۔ نماز جنازہ آپ

کے بڑے صاحبزادے جناب ماسٹر قاضی حامد حسن راقم الحروف کے والدِ گرامی کی اجازت سے مرحوم کے چھوٹے داماد جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب شمسی ابن جناب غلام مرتضی مرحوم ساکن کھیمیاں نے پڑھائی۔آپ کے جنازے میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔شرکا میں عوام الناس کے علاوہ علما، فضلا، حفاظ، قرّا، صوفیائے کرام، ادبا، شعرا، سیاسی لیڈران اور سماجی کارکنان شامل تھے۔

جنازہ کے بعد آپ کے جسدِ خاکی کو لوگوں نے یوم الحشر تک کے لئے (دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک کے لئے) سپردِ خاک کردیا اور شرکائے جنازہ نے آپ کی تدفین کے بعد آپ کے لئے رحمت و مغفرت کی دعائیں کیں اور پھر پُرنم آنکھوں کے ساتھ اپنے گھروں کی جانب واپس ہوئے۔اس منظر کی بہترین عکاسی خود قاضی جلال ہری پوری مرحوم کا یہ شعر کر رہا ہے:

پھیر لیں احباب نے بھی آج آنکھیں اے جلالؔ!
قبر کی آغوش میں تنہا سلا کر چل دیئے

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے معمور کردے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرما کر اپنے خواص بندوں کے جوار میں جگہ نصیب فرمائے اور صبح شام ابر ہائے رحمت ان کی قبر کو سیراب کرتے رہیں، آمین!

آسماں تیری لحد پر گوہر افشانی کرے
سبزۂ نو رُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

بالآخر وہی ہوا جس کا اندیشہ میرے گھر والوں کو تھا جس کی وجہ سے کھیمیاں
قبرستان میں تدفین کے بارے میں غور کر رہے تھے۔یعنی ایک سال کے اندر ہی پورا
قبرستان دریائے گنگئی کی نذر ہوگیا۔اس طرح سے اس وقت قاضی جلال ہری پوری
مرحوم کی قبر کا کوئی نام ونشان باقی نہیں ہے۔اس میں بھی اللہ رب العزت کی کوئی
مصلحت ہوگی۔

لکھنؤ سے میری واپسی اور اس کے بعد کی تفصیلات:

میں اپنے دادا مرحوم کے آخری دیدار سے ہمیشہ کے لئے محروم رہا۔کیونکہ میں ان دنوں
دارلعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیر تعلیم تھا۔ چنانچہ بیماری اور نیم بے ہوشی کے دوران
میرے دادا مرحوم بار بار مجھ کو تلاش کرتے تھے جب انہیں بتایا جاتا کہ محمد رضوان اس
وقت لکھنؤ میں ہے تو خاموش ہوجاتے کچھ دیر بعد پھر وہی جملہ دہراتے کہ رضوان
میاں کہاں ہے؟ کیونکہ ان دنوں آج کی طرح دیہات میں فون رموبائل فون کی
سہولت بھی نہیں تھی کہ فوراً مجھے اطلاع مل جاتی اور میں گھر آجاتا۔

جب میرے دادا مرحوم میری ملاقات سے مایوس ہوگئے تو اپنی وفات سے
چند روز قبل اپنی الماری (جو بیٹھک میں ہے جس میں میرے دادا مرحوم کی کتابیں رہتی
تھیں) سے اپنے اور اپنے چچا جناب قاضی تجمل ہری پوری مرحوم کے شعری دیوان اور
دیگر مسودات کو نکال کر اندر لے گئے اور ایک مضبوط کپڑے میں تمام مسودوں کو ایک
جگہ باندھ کر انھوں نے میری دادی کو یہ کہتے ہوئے حوالہ کر دیا کہ ان تمام چیزوں کا

مالک صرف محمد رضوان سلمہ ہے جب وہ لکھنؤ سے گھر آئے تو اسے دے دینا۔ اس کے علاوہ کسی دیگر شخص کو دیا تو قیامت کے دن امانت میں خیانت کی وجہ سے اللہ تعالی تم سے مواخذہ فرمائے گا۔

چنانچہ میری دادی محترمہ نے میرے دادا مرحوم کی امانت کو پوری دیانت داری کے ساتھ سنبھال کر رکھا اور جب میں لکھنؤ سے گھر پہنچا تو انہوں نے اشکبار آنکھوں سے یہ کہتے ہوئے کہ لو بیٹا یہ تمہاری امانت ہے جو تمہارے دادا مرحوم نے اپنی وفات سے چند روز قبل میرے حوالہ کی تھی اور صرف تم ہی کو دینے کی تاکید بھی کی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنی دادی محترمہ سے اپنے دادا مرحوم اور اپنے پردادا مرحوم کی زندگی بھر کے بیش بہا علمی و ادبی سرمایہ کو لیا اور اسی روز سے میں ان تمام مسودات کا وارث و امین ہوں۔ جسے میں نے بڑی حفاظت سے رکھا ہے جو مجھے سیم و زر سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

بیماری کے دوران مجھے بار بار تلاش کرنے اور میری ملاقات سے مایوس ہونے کے بعد تمام مسودات کی میری دادی محترمہ کو دے کر صرف مجھے دینے کی تاکید کرنے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے یا اپنے چچا کے شعری دیوان یا نثری تخلیقات کو زیورِ طباعت و اشاعت سے آراستہ نہیں کر سکے۔ جس کا انہیں کافی ملال تھا۔ زندگی کے آخری ایام میں وہ کافی بجھے بجھے رہتے تھے اور اکثر اپنے اس کرب کا اظہار مجھ سے فرماتے تھے۔ لیکن جب میں باشعور ہوا اور شعر و ادب سے مجھے کچھ

کچھ آ گہی ہونے لگی تو میں اپنے دادا جان کو یقین دلانے لگا کہ آپ فکر نہ کریں ان شاء اللہ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ان مسودات کی ترتیب وتدوین اور طباعت واشاعت کے لئے عملی کوشش کروں گا۔

اگر چہ میں اس وقت کتابوں کی طباعت واشاعت کی پریشانیوں اور اس خاردار وادی کی پیچیدگیوں سے بالکل ناواقف تھا۔ میں اپنی اس خواہش کا اظہار نہ صرف ان کے روبرو کرتا بلکہ اپنے دادا مرحوم کے نام لکھے گئے خطوط میں بھی اکثر اس کا اظہار کرتا۔ چنانچہ اپنے دادا مرحوم کے انتقال سے صرف ایک ماہ قبل میں نے جو خط اپنے دادا مرحوم کو تحریر کیا تھا اس میں بھی میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد اپنے خاندان کے بیش بہا علمی وادبی سرمایوں کا تحفظ اور اس کی طباعت واشاعت میری پہلی ترجیح ہوگی۔

اس وقت میں بڑی حد تک شعر وادب سے آگاہ ہو چکا تھا۔ کیونکہ میں نے طالب علمی کے دوران ہی درسی کتابوں کے علاوہ غیر درسی بالخصوص شعری و ادبی کتابوں اور رسائل وجرائد کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ میں جب چھٹیوں میں گھر آتا تو اکثر اپنے دادا مرحوم کے پاس بیٹھتا اور ان کی باتوں کو بغور سنتا اور ان کے وجود کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کی ذات سے علمی استفادہ کرتا۔ چنانچہ مجھے ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا بھرپور موقع ملا اور میں نے ان سے بہت سی ایسی باتیں سیکھیں جو شاید کئی سالوں تک کتابوں کے مطالعہ کے بعد بھی نہیں سیکھ پاتا۔

چنانچہ میرے ادبی ذوق کو پروان چڑھانے اور فروغ دینے میں سب سے

زیادہ کردار میرے دادا مرحوم ہی کا ہے کیونکہ وہ میرے صرف دادا ہی نہیں تھے بلکہ استاد بھی تھے۔ میں نے فارسی کی ابتدائی کتابیں انہی سے پڑھی ہے۔اس طرح سے وہ میرے دادا، استاد، رہنما، مصلح اور مربی سبھی کچھ تھے۔

چنانچہ میں جب اپنے دادا مرحوم کے پاس بیٹھتا تو وہ مجھ سے دینی موضوعات کے علاوہ شعر و ادب کے موضوع پر بھی گفتگو کرتے۔ پھر لکھنؤ اور بالخصوص دارالعلوم ندوۃ العلماء کی علمی و ادبی فضا نے میرے علمی و ادبی ذوق کو مزید جلا بخشی۔اسی وجہ سے میرا ادبی شعور طالب علمی کے زمانے میں ہی کافی بیدار ہو چکا تھا۔ میری علمی و ادبی دلچسپیوں کو دیکھ کر میرے دادا مرحوم کو مجھ پر کافی اعتماد بھی ہو چکا تھا اور بڑی حد تک اس کی مایوسی بھی ختم ہونے لگی تھی۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۹۲ء کے بعد جب وہ کچھ لکھتے تو مجھے ضرور دکھاتے اور مجھ سے میری رائے طلب بھی کرتے اور بسا اوقات اپنے بعض اشعار کی توضیح و تشریح بھی مجھ سے بغرض امتحان پوچھتے اور اکثر فرماتے تھے کہ بیٹا! اب صرف تم ہی پر بھروسہ ہے کہ تم اس علمی و ادبی سرمایہ کی حفاظت کرو گے اور خاندان کے نام کو روشن کرو گے۔

چنانچہ میرے دادا مرحوم نے مجھ پر جو اعتماد کیا تھا میں نے ان کے اعتماد کو بحال رکھا ہے اور ان کی خواہشوں، آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل کے لئے میں نے کوئی کمی نہیں رکھی ہے۔ حتی المقدور ان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے کوشاں ہو ں اللہ تعالی سے دعا مانگتا ہوں کہ مجھے اس عظیم ذمہ داری کو بحسن خوبی نبھانے کی توفیق

عطا فرمائے آمین!

جب میں لکھنؤ سے گھر آیا اس وقت میرے دادا مرحوم کی وفات پر تقریباً دو ماہ سے زائد کا عرصہ گذر چکا تھا۔ لیکن مصلحتاً مجھے اس عرصہ میں دادا مرحوم کی وفات کی خبر نہیں دی گئی تھی۔ جب میں گھر پہنچا اور حسب معمول اپنے دادا سے ملاقات کرنے کے لئے ان کو تلاش کیا تب مجھے یہ الم ناک خبر ملی کہ میرے دادا اس دار فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔

یہ خبر سن کر مجھے بے حد دکھ ہوا اور ہزار کوششوں کے باوجود آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ بمشکل تمام غسل کیا اور نماز عصر ادا کی اور اپنے پھوپھی زاد بھائی مولوی طارق انور مرحوم کے ہمراہ ہری پور قبرستان کی جانب روانہ ہوا اور اپنے دادا مرحوم کی قبر کی زیارت کی اور ان کے لئے مغفرت اور رفع درجات کی دعا کی۔ اس کے بعد وہاں سے واپس ہوا اور گھر پہنچ کر اپنی دادی جان اور گھر کے دیگر افراد کی زبانی اپنے دادا مرحوم کی بیماری، وفات اور تجہیز و تکفین کے بارے میں تفصیلات سماعت کی۔

اس طرح سے میں اپنے دادا مرحوم کے آخری دیدار سے ہمیشہ کے لئے محروم رہا۔ جس کا ملال مجھے تا عمر رہے گا۔ خدا مرحوم کی بھرپور مغفرت فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین یا رب العالمین۔!

حمد

الٰہ العالمیں پیدا کیا سارا جہاں تو نے
سروں پر بے ستوں قائم کیا یہ آسماں تو نے
نبیؐ اُمی لقب تو نے ہدایت کے لئے بھیجا
ضلالت سے نکالا اور بنایا کلمہ خواں تو نے
خلیلؑ بت شکن پر آنچ تک آنے نہ دی اس کی
بنایا آتشِ نمرود کو اک گلستاں تو نے
بچایا نوحؑ کی کشتی کو تو نے غرق ہونے سے
گھٹایا بہرِ موسیٰؑ نیل کا آبِ رواں تو نے
جنابِ حضرتِ ایوبؑ کو صبر و سکوں بخشا
لیا جس دم بلاؤں میں پھنسا کر امتحاں تو نے
جلالؔ بے نوا کو زندگی بخشی فقیرانہ
سکندر کو بنایا آمرِ جملہ جہاں تو نے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

حمد باری تعالیٰ سورۂ فاتحہ کی روشنی میں

سزاوارِ ستائش لائقِ حمد و ثنا تو ہے
کہ پالنہار ساری خلق کا میرے خدا تو ہے
تری ذاتِ مقدس رحمت و رافت کا سر چشمہ
تو حاکم حاکموں کا مالکِ روزِ جزا تو ہے
پرستش تیری ہم کرتے ہیں، تو معبود ہے سب کا
صدائے المدد میں یا الٰہی ! مدّعا تو ہے
عطا کر ہم کو سیدھی راہ اپنے نیک بندوں کی
نہ ان کی جس سے یارب! دونوں عالم میں خفا تو ہے
جلالِ بے نوا کی یہ دعا مقبول فرما لے
غریبوں بیکسوں کا اے خدا ! حاجت روا تو ہے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات

الٰہی! بخش دے مجھ کو تجھے غفّار کہتے ہیں
چھپادے میرے عیبوں کو تجھے ستّار کہتے ہیں

عنایت کی نظر فرما تو مجھ پر ان کے صدقے میں
جنہیں شاہِ مدینہ احمدِ مختارؐ کہتے ہیں

جوارِ عرش میں مجھ کو جگہ دے ان کے صدقہ میں
جنھیں صدیقِؓ اکبر اور رفیقِ غار کہتے ہیں

میری بگڑی بنادے یاالٰہی! ان کے صدقہ میں
جنھیں فاروقِؓ اعظم مسلمِ دیں دار کہتے ہیں

مرا تو خاتمہ بالخیر فرما ان کے صدقہ میں
جنھیں عثمانؓ ذی النورین ہر ہشیار کہتے ہیں

مری سب مشکلیں آسان کر دے ان کے صدقہ میں
جنھیں خیبر کشا اور حیدرِ کرّارؓ کہتے ہیں

طفیلِ فاطمہ زہراؓ ہماری مغفرت فرما
جنھیں بنتِ جنابِ احمدِ مختارؐ کہتے ہیں

مرے ماں باپ کو جنت عطا کر ان کے صدقہ میں
جنھیں سبطِ جنابِ سیدِ ابرارؐ کہتے ہیں

جلالؔ روسیہ کی کل خطائیں بخش دے یارب!
تجھے غفّار کہتے ہیں تجھے ستّار کہتے ہیں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

نعتیں

۱

شہِ طیبہ! محمدؐ کتنا پیارا نام ہے تیرا
لقب کتنا دُلارا داعیِ اسلام ہے تیرا
بناکر رحمۃ للعالمیں حق نے تجھے بھیجا
پیامِ امن دنیا کے لئے پیغام ہے تیرا
ہوا مبعوث عالم میں دلیلِ آخریں بن کر
جہاں کے ذرّہ ذرّہ کو ملا پیغام ہے تیرا
بہایا خونِ دنداں پھر بھی دشمن کو دعائیں دیں
کرم اے رحمتِ عالم ! سبھوں پر عام ہے تیرا
جنابِ حضرتِ موسیٰؑ نے دیکھا طور پر جلوہ
بنا تو عرش کا مہمان یہ اکرام ہے تیرا
ترے ملنے سے ہی قرآں ملا ، ایماں ملا مجھ کو
شہِ کون و مکاں امت پہ کیا انعام ہے تیرا
کرم فرما بلالے آستانِ پاک میں آقا
کہ ابتک دور قدموں سے جلاؔلِ خام ہے تیرا

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۲

محمدؐ شہنشاہِ کون و مکاں ہے
خدائی میں نورِ خدا کا نشاں ہے

مبارک ہو رضوان ! فردوس تم کو
گلی میرے آقا کی جنت نشاں ہے

اندھیرے نے گھیرا ہے چاروں طرف سے
نکل تو اے خورشیدِ عالم ! کہاں ہے

جبینِ محبت کے سجدوں کا محور
ترا سنگ در ہے ترا آستاں ہے

کرم کر الٰہی! کہ پروانہ بن کر
پہنچ جاؤں وہ شمعِ محفل جہاں ہے

وہ قیصر ہو کسریٰ ہو یا اور کوئی
گدا تیرے در کا ، شہِ دوجہاں ! ہے

جلالِؔ حزیں ہے وہ آقا ہمارا
جو ختم الرسل ہے شہِ انس و جاں ہے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۳

تاب اب تو اتنی دوری کی نہ لا پائیں گے ہم
یا رسول اللہ غمِ فرقت سے مرجائیں گے ہم

روضۂ اقدس پہ بلوا لیجئے شاہا ! ہمیں
کب تلک مہجور رہ کر لختِ دل کھائیں گے ہم

حشر میں پیشِ خدا آئیں سفارش کے لئے
رحمۃ للعالمیں جس وقت گھبرائیں گے ہم

قبر کی ظلمت میں مشعل کی ہمیں حاجت نہیں
داغِ حبِ مصطفیٰ ؐ ہمراہ لے جائیں گے ہم

آفتابِ حشر کی گرمی کا کیا خطرہ جلالؔ!
سایۂ دامن میں ان کے جا ، اگر پائیں گے ہم

۴

الٰہی! سانس کا جب تک رہے یہ سلسلہ باقی
مرے دل میں رہے حبِ محمد مصطفیٰؐ باقی

فنا کی آندھی ہر شے کو کردے گی فنا لیکن
رہے گا تا ابد نامِ محمد مصطفیٰؐ باقی

میسر روضۂ اقدس پہ ہو یارب! جبیں سائی
دلِ مہجور میں اب ہے یہی اک مدّعا باقی

سلامِ شوق کہہ دینا صبا ! دربار میں جاکر
مری یہ آرزو رکھنا نہیں بہرِ خدا باقی

جلالؔ بے نوا کی یادگارِ زندگی بن کر
رہے یہ نغمۂ نعتِ رسولِ کبریا باقی

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۵

سرکار میرے رحمتِ کون و مکاں ہیں آپؐ
وجہِ وجودِ لوح و قلم و عرشیاں ہیں آپؐ

یوسف پہ شیفتہ تھی زلیخا ہی اے نبیؐ!
محبوبِ بارگاہِ خدائے جہاں ہیں آپؐ

شمس و قمر ہیں آپ کے خرمن کا خوشہ چیں
مینار روشنی کا شہِ لامکاں ہیں آپؐ

ہر ذرۂ جہاں پہ ہے احسان آپؐ کا
جود و سخا کے دہر میں بحرِ رواں ہیں آپؐ

خالق بھی بے مثال ہے بے مثل آپؐ بھی
اپنی نظیر اے شہِ کون و مکاں! ہیں آپؐ

یکساں ہے سب کے واسطے پیغام آپؐ کا
میرے رسولؐ ہادیِ ہر دوجہاں ہیں آپؐ

محشر کا غم نہیں ہے جلالِؔ اثیم کو
اللہ بھی رحیم ، بڑے مہرباں ہیں آپؐ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۶

اے عرب کے ماہِ تاباں صاحبِ حسن و جمال
سر گروہِ انبیا محبوبِ ربِ ذوالجلال
جس نے دیکھا اک نظر سو جاں سے گرویدہ ہوا
میرے آقا آپؐ کے تھے ایسے پاکیزہ خصال
حضرت عیسیٰؑ نے مردوں کو جِلا یا تھا مگر
آپؐ سے پتھر بھی بولا اللہ اللہ یہ کمال
خوف سے کسریٰ کے محلوں میں تزلزل ہو گیا
چاند دو ٹکڑے ہوا یہ رعب یہ عزّو کمال
ہو عنایت کی نظر اس پر شہِ کون و مکاں!
بیکس و بیچارۂ و مجبور امت ہے جلالؔ

ے

خدا کے لاڈلے محبوب شاہِ دوجہاں تم ہو
سرا پا نورِ یزداں ہو مکینِ لا مکاں تم ہو

تمہارے نور کی تکوین ہے ایجاد کا باعث
بنے جن کی وجہ سے یہ زمیں اور آسماں تم ہو

کھلی رہتی ہیں شوقِ دید میں ہردم مری آنکھیں
دکھادو صورتِ زیبا شہِ طیبہ! کہاں تم ہو

جبینِ گل میں پنہاں ہے تمہارے حسن کا جلوہ
شہِ من ! باعثِ حب و ولائے بلبلاں تم ہو

شبِ معراج پہنچے لا مکاں پر ، تو ندا آئی
نہیں کچھ تم سے پردہ ہے کہ میرا رازداں تم ہو

نہ گھبراؤ جلالؔ! اپنے گناہوں سے نہ گھبراؤ
شفاعت ہے یقینی جب نبیؐ کا مدح خواں تم ہو

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۸

نہ جنّت نہ حورِ اِرم چاہتے ہیں
لقائے نبیؐ صرف ہم چاہتے ہیں

نکلتی یہ جانِ حزیں کاش اپنی
محمدؐ کے قدموں پہ ہم چاہتے ہیں

دمِ واپسیں اے شہنشاہِ طیبہ !
تمہاری نگاہِ کرم چاہتے ہیں

درِ خاتم المرسلیں کی گدائی
شہنشاہِ عرب و عجم چاہتے ہیں

مبارک ہو زاہد ! تمہیں قصرِ جنّت
رضا اپنے مولا کی ہم چاہتے ہیں

ملائک نہیں صرف ، خود چاہتے ہیں
خدا بھی انہیں جن کو ہم چاہتے ہیں

جلالؔ سیہ کار فردائے محشر
مدد تم سے شاہِ امم ! چاہتے ہیں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۹

بگڑی ہوئی تقدیر مری کوئی بنادو
روٹھے ہیں وہ سرکارؐ کوئی ان کو منادو

مضطر ہے غمِ ہجر سے اک طالبِ خستہ
دربارِ رسالتؐ میں کوئی جاکے سنادو

سرمہ کے عوض لاکے بہت جلد طبیبو !
خاکِ درِ مولا میری آنکھوں میں لگادو

مشتاقِ زیارت ہوں مدینہ میں بلاکر
محبوبِ خدا جلوۂ دیدار دکھادو

منظور ہے روضہ پہ مجھے گر نہ بلانا
رویا ہی میں تم روئے منوّر کو دکھادو

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۱۰

رحمۃ للعالمیں سرچشمۂ احساں ہے تو
دونوں عالم پر خدائے پاک کا فیضاں ہے تو
باعثِ ایجادِ عالم سیّدِ ذیشاں ہے تو
مظہرِانوارِ یزداں کعبۂ ایماں ہے تو
حرزِ جانِ عاشقاں نامِ مبارک ہے ترا
یا رسول اللہ انیسِ خاطرِ احزاں ہے تو
جس کی خوشبو سے معطر ہے مشامِ دو جہاں
گلشنِ تکوین کا ایسا گلِ خنداں ہے تو
جن و انساں تک نہیں محدود ہے تیرا پیام
رہنمائے جملہ عالم صاحبِ برہاں ہے تو
اہلِ عالم پر مسلّط ہر طرف تھیں ظلمتیں
روشنی بخشِ قلوبِ تیرۂ انساں ہے تو
توبۂ آدمؑ کبھی مقبول ہو سکتی نہیں
میرے آقا فی الحقیقت باعثِ غفراں ہے تو
ایک ہی کمبل پہ بیٹھے مل کے آقا اور غلام
کملی والے کیا نرالی شان کا سلطاں ہے تو
چاند یا سورج تجھے کہنا بڑی توہین ہے
منفرد دونوں جہاں میں سرورِ خوباں ہے تو
عرصۂ محشر میں وجہِ مغفرت ہوگی جلال !
مدحتِ سرکارؐ میں یوں جو گہر افشاں ہے تو

کلامِ قاضی جلاآل ہری پوری

۱۱

سب سے پہلے نام لے ہر کام میں اللہ کا
چھیڑ ذکرِ خیر پھر نعتِ رسولؐ اللہ کا

لا الہ کے کہنے والے ہوگئے حلقہ بگوش
نغمۂ شیریں نوا سنتے ہی الا اللہ کا

اک حقیقت ہے صدا یا ساریہ الجبل کی
ہے محل اس میں نہیں انکار یا اشباہ کا

لا مکاں کی سیر کی آئے وہاں سے لوٹ کر
بسترہ اس وقت تک تھا گرم خلوت گاہ کا

تیرے قدموں کے تلے ہے عرشیوں کا بھی مقام
آدمی ، جن و ملک خادم تری درگاہ کا

گلشنِ تکوین رہ جاتا عدم کی گود میں
پھول گر کھلتا نہ تخلیقِ رسول اللہ کا

آئے تھے پیغامِ آمد لے کے سارے انبیا
کیا علوشان ہے حضرت کے عزّ و جاہ کا

حاضریِ آستانہ کی سعادت ہو نصیب
آخری ارمان ہے یہ بندۂ درگاہ کا

گرچہ بد اعمال ہے یارب ! جلالؔ بے نوا
بخش دے سگ ہے ترے محبوب کی درگاہ کا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۱۲

تعلق ہو گیا اس کا خدا سے
ملا جو حضرتِ خیر الوریٰؐ سے

مدینہ کی گلی رشکِ فلک ہے
منوّر ہے یہ نورِ مصطفیٰؐ سے

بلا لے یا رسول اللہ بلا لے
مجھے اس مرکزِ رنج و بلا سے

تمنا ہے قریبِ سبز گنبد
کھڑا ہو کر بہت صدق و صفا سے

غمِ ہجراں کی ساری داستانیں
کہوں اک ایک کر کے مصطفیٰؐ سے

قلم لکھتے ہوئے نامِ مبارک
ہوا شق ہیبتِ عزّ و علا سے

لگایا اس میں قط قدرت نے فوراً
چلا پھر لوح پر حکمِ خدا سے

سلام اے تاجدارِ جملہ عالم !
ہو تم پر اس جلاؔلِ بے نوا سے

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

ہدیۂ سلام بارگاہِ رسالت مآب میں

سلام اے صاحبِ لولاک فخرِ انبیا تم پر
سلام اے مہبطِ جبریلؑ محبوبِ خدا تم پر
سلام اے ساکنانِ عرش کے مہمانِ ذی رتبہ
سلام اے لا مکاں کی منزلوں کے آشنا تم پر
نہ ہوتے تم تو یہ کون و مکاں کچھ بھی نہیں ہوتا
سلام اے باعثِ ایجاد عالم مصطفیٰؐ تم پر
نہ چمکا کوئی تم سا نیّرِ اعظم رسالت کا
سلام اے شاہکارِ قدرتِ ربّ العلا تم پر
چمک اٹھی شبِ معراج تم سے مسجدِ اقصیٰ
سلام اے سارے نبیوں کے امام و پیشوا تم پر
تمھیں سے روشنی ایمان کی پھیلی زمانے میں
سلام اے مشعلِ انوار ، مینارِ ہدیٰ تم پر
تمھیں نے دعوتِ اسلام کے پرچم کو لہرایا
سلام اے داعیِ دینِ مبین و رہنما تم پر
سلامِ والہانہ بھر کے اپنے جیب و دامن میں
برستی ہے مسلسل رحمتِ حق کی گھٹا تم پر
جلالِؔ بے نوا پر بھی نگاہِ لطف فرمائیں
سلام اے مرجعِ جن و بشر شاہ و گدا تم پر

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

ہدیۂ سلام بدرگاہِ خیرالانام

السلام اے صاحبِ خُلقِ عظیم
السلام اے مظہرِ نورِ قدیم
السلام اے ہادیِ سِدرہ خرام
السلام اے مرجعِ ہر خاص و عام
السلام اے شاہدِ کرّوبیاں
السلام اے بادشاہِ انس وجاں
السلام اے شاہکارِ کردگار
السلام اے سیدِ والا تبار
السلام اے افتخارِ انبیا
السلام اے مقتدائے اذکیا
السلام اے چشمۂ جود و کرم
السلام اے بادشاہِ ذی حشم
السلام اے حسنِ تخیلِ الٰہ
السلام اے شافعِ امت پناہ
السلام اے بانیِ دینِ مبیں
السلام اے گنبدِ خضریٰ مکیں
السلام اے کامل و اکمل صفات
السلام اے شمعِ بزمِ کائنات
اس جلالؔ بے نوا سے یا رسول
یہ سلامِ مخلصانہ ہو قبول

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

غزلیات

۱

پوچھنا ہے گردشِ ایّام سے
کیا عداوت ہے دلِ ناکام سے
آسماں سے کیا اتر آیا ہے چاند ؟
نور کا سیلان ہے کیوں بام سے
گردشِ پیمانہ میں ہے کیا سرور
پوچھنا ہے پوچھ لو خیّام سے
چپکے چپکے کیا انھوں نے کہہ دیا
ہوگئے احباب میں بدنام سے
اب بھی ہے زنجیرِ زنداں مجھ کو یاد
کھیلتا ہوں زلفِ عنبر فام سے
عاقبت تیرے حوالے اے خدا !
کٹ تو جائے زندگی آرام سے
روئے روشن پر جھکی زلفِ سیاہ
ہوگیا اوجھل سویرا شام سے
دامنِ مہتاب جب ہے داغ داغ
آدمی کیوں کر بچے الزام سے
چشمِ ساقی سے میں پیتا ہوں جلاؔل!
کیا مجھے مطلب سبو سے جام سے

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۲

چاند جب میری نگاہوں سے نہاں ہوتا ہے
تو ستاروں میں مجھے تیرا گماں ہوتا ہے

سرخ ہونٹوں کے تلے دانت وہ اُجلے اُجلے
آگ میں برف چھپی ہے یہ گماں ہوتا ہے

داد و تحسین پہ دشمن کی زباں ہے مجبور
کوئی جادو ہی ترا حسنِ بیاں ہوتا ہے

منزلِ مرگ میں رکتا ہے پہنچ کر ہمدم!
کارواں عمر کا ہروقت رواں ہوتا ہے

مے سے الفت تو نہیں بات ہے زاہد ! اتنی
بے پئے قلبِ تپاں اور تپاں ہوتا ہے

شمعِ مہتاب فلک ہاتھ میں لے کر گھر گھر
جستجو میں تری ہر رات رواں ہوتا ہے

جانشیں نجمؔ کا کہتے ہیں تجھے لوگ جلالؔ
رنگ ان کا تری غزلوں میں عیاں ہوتا ہے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۳

دبا سکتا ہے ظالم ظلم سے یوں تو گلا میرا
مگر کم اس سے ہوسکتا نہیں ہے حوصلا میرا

ستیزِ حق و باطل میں مری نصرت یقینی ہے
رہِ جہدِ مسلسل میں قدم گر رہ گیا میرا

مجھ ہی کو چاہتے ہیں دور رکھنا اب وہ منزل سے
جنھیں منزل پہ پہنچایا نشانِ نقش پا میرا

یہی دنیائے درد و رنج جنّت کا نمونہ تھی
یہیں تھا قیصر و کسریٰ سے برتر مرتبا میرا

جلاؔل اس دہر میں کیا اس سے بڑھ کر بے کسی ہوگی
کہ ہر ذرّہ یہاں کا ہے عدوئے مدّعا میرا

۴

وہیں گرتی ہوئی دیکھی ہیں اکثر بجلیاں ہم نے

بنانے کو جہاں سوچا تھا دل میں آشیاں ہم نے

یہ آنسو کوثر و تسنیم سے بھی قیمتی تر ہیں

بجھائی ہیں ان ہی سے سوزشِ قلبِ تپاں ہم نے

متاعِ دل کے بدلے میں ملا ہے درد الفت کا

خریدی ہے بڑی قیمت سے یہ جنسِ گراں ہم نے

شبِ تاریک کے دامن میں رہتا ہے سویرا بھی

قریبِ خار ہی پھولوں کا دیکھا ہے مکاں ہم نے

جلاؔلِ بے نوا ارض و سما نے بھی تو حد پائی

مگر اپنی شبِ غم ہی کو پایا بیکراں ہم نے

۵

میں ڈھونڈتا ہوں کسے بار بار کیا کہئے
تڑپ تڑپ کے شبِ انتظار کیا کہئے

یہ انقلابِ زمانہ یہ گردشِ دوراں
بنا ہے دشمنِ جاں ، غمگسار کیا کہئے

فریب خوردۂ رہبر سمجھ سکے یہ راز
کسی سے ان کے سوا حالِ زار کیا کہئے

چمن کے پھول پر جس کا ہے حق وہی بلبل
قفس میں بند ہے وقتِ بہار کیا کہئے

یہ حد جہاں میں ہے اپنی سیاہ بختی کی
بُجھا بُجھا ہے چراغِ مزار کیا کہئے

غمِ حیات سے فرصت نہیں ہے اک لمحہ
کسی سے حالِ غمِ روزگار کیا کہئے

خزاں بدوشِ گلستانِ آرزو میں جلالؔ!
کبھی تو آکے ہے رہنا بہار کیا کہئے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۶

نیاز و ناز باہم ایک ہی منزل میں رہتے ہیں
ہم اُن کے دل میں رہتے وہ ہمارے دل میں رہتے ہیں

وہ جانے کھیلنا کیا موجِ طوفانِ حوادث سے
جو تن پرور بنے آرام کے ساحل میں رہتے ہیں

عمل درکار ہے ممکن نہیں کیا شے زمانے میں
نہاں پرواز کے پر نقشِ آب و ِگل میں رہتے ہیں

شکستہ ہوتا ہے جبریل کا پر بھی جہاں جاکر
یہ پتلے خاک کے واللہ اس منزل میں رہتے ہیں

خوشی کا پیش خیمہ اُن کا ہر غم ہے جو دنیا میں
غمِ موجود بھولے فکرِ مستقبل میں رہتے ہیں

جلاؔلِ بے نوا مشکل پسند اپنی طبیعت ہے
اسی باعث گھرے دن رات ہم مشکل میں رہتے ہیں

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۷

تصادم دونگاہوں کا وہ پیہم ہم نہ بھولیں گے
تمہارے مسکرانے کا وہ عالم ہم نہ بھولیں گے

وہ زیرِ بام سنّاٹے میں چھپ چھپ کر ملاقاتیں
جو تم بھولو تو بھولو جانِ عالم ! ہم نہ بھولیں گے

چڑھائی تھی نظر تم نے جو ہم پر خشمگیں ہوکر
کبھی وہ دل کشیِ حسنِ برہم ہم نہ بھولیں گے

تمہاری یاد میں جیتے ہیں اور جیتے رہیں گے ہم
جو دے دیں دولتِ اسکندرو جم ہم نہ بھولیں گے

کبھی خوابوں میں آئے اور کبھی آئے تصور میں
تمہاری یہ نوازش ہائے پیہم ہم نہ بھولیں گے

جلالؔ بے نوا کو کرکے زخمی تیغِ ابرو سے
پلٹ کر پھر لگانا خود ہی مرہم ہم نہ بھولیں گے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۸

وہ خود آئے نہیں ان کا سلام آیا تو کیا آیا
صبا کے دوش پر کوئی پیام آیا تو کیا آیا

نگاہِ منتظر پتھرا گئی دل بجھ گیا میرا
اگر ایسے میں وہ محشر خرام آیا تو کیا آیا

بہار آئی گئی ، بادہ کشی سے میں نے کی توبہ
چمن میں پھر اگر ساقی بہ جام آیا تو کیا آیا

یہ کیا بندش نہیں دن کو سہی شب ہی کو پی لیں گے
جنابِ محتسب ! ماہِ صیام آیا تو کیا آیا

خوشی کی بات کیا جب ہم وہاں تک جا نہیں سکتے
کوئی خندہ بہ لب بالائے بام آیا تو کیا آیا

متاعِ ذوقِ عصیاں کیا مرا حسنِ عمل کم ہے
جو رحمت کی زباں پر میرا نام آیا تو کیا آیا

کرم ہے عام ہی تیرا سہی پر تیری محفل میں
جلاؔلِ بے نوا ہی تشنہ کام آیا تو کیا آیا

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۹

وفاداری میں کیا رکھی ہے اب بھی کچھ کمی میں نے
لٹادی تیرے قدموں پر متاعِ زندگی میں نے

ادب ملحوظِ خاطر احترام ان کا رہا دل میں
اگرچہ بے خودی میں بھی کبھی کچھ بات کی میں نے

اسیرانِ محبت کی یہ آنکھیں بحرِ قُلزم ہیں
بجھائی ہے سرشکِ چشم سے تشنہ لبی میں نے

اسی دنیا میں تھی انسانیّت بھی کس طرح مانوں
یہاں تو چار سو دیکھی ہے بس حیوانگی میں نے

مجھے کیا ہوش آئے گا کہ ان مخمور آنکھوں سے
جلاؔلِ بے نوا پی ہے شرابِ بے خودی میں نے

۱۰

ڈھونڈو تو پتھروں میں کہاں ہے گھر نہیں
کیا پائے جس کے دل میں طلب کی نظر نہیں

مصروف ہوں تلاش میں لیلیٰ نگار کی
گزرا ہے قیس جس سے یہ وہ رہ گزر نہیں

نقدِ حیاتِ گم شدہ آیا ہوں ڈھونڈنے
جس شہر کے مکان میں ہوتا ہے در نہیں

داغِ جگر چراغ ہے ، رہبر ہے آرزو
کرتا ہوں شامِ مرگ ، میں تنہا سفر نہیں

پائے خزاں مسل ہی دے اس کو تو حرج کیا
جس پھول میں سرورِ دماغ و نظر نہیں

دنیا نے میری موت پر آنسو بہادیئے
اک اُن کی آنکھ صرف اکیلی تھی تر نہیں

اوروں کا دیکھتے تو ہو دامن کو غور سے
اپنی مگر جلاؔل ! تمہیں کچھ خبر نہیں

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۱۱

غمِ الفت سے ناواقف ہمارا حال کیا جانے
جو وارفتہ کسی کا ہو وہی یہ ماجرا جانے

بہا جاتا ہوں جذبِ عشق کا تنکا سہارا ہے
کدھر کیا ہے کہاں کیا ہے خدا یا ناخدا جانے

وہ پھولوں کے مہکنے میں وہ بلبل کے چہکنے میں
کہاں کس روپ میں وہ یار ہے جلوہ نما جانے

اشاروں پر رواں ہونا ہے کام اہلِ طریقت کا
حقیقت حالِ منزل کی نگاہِ رہنما جانے

نہ پوچھو زخم کھا کر مسکرانے میں مزہ کیا ہے
حقیقت اس حلاوت کی محبت آشنا جانے

الف ابجد کا بابِ عشق میں بعدِ فنا آیا
اُسے ہم ابتدا پائے جسے بھی انتہا جانے

کسی کی زلف کی مشکیں مہک معلوم ہوتی ہے
کہاں سے آرہی ہے یہ نسیمِ دل کشا جانے

جلالؔ بے نوا خود ہی مرا دل کھینچا جاتا ہے
کشش رکھتی ہے کیوں اتنی حسینوں کی ادا جانے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۱۲

قدم اٹھتے نہیں ہوش و خرد پر بارِ نسیاں ہے
بتاؤ دور کتنا دوستو! شہرِ خموشاں ہے

حقارت سے اسے کیوں دیکھتے ہو دیکھنے والو
متاعِ دل کے بدلے میں یہ دردِ عشق ارزاں ہے

سکونِ قلب کی خواہش عبث ہے راہِ الفت میں
یہاں تو ہر قدم پر بسترِ خارِ مغیلاں ہے

تمہارے حسن کا جلوہ چھپائے چھپ نہیں سکتا
چمن کی قید میں رہ کر بھی بوئے گل پریشاں ہے

ٹپک جائے تو ہے اس کی جگہ دامانِ رحمت میں
جو اک ناچیز قطرہ اشک کا پلکوں پہ لرزاں ہے

ہوا معلوم اب اے شانِ رحمت دیکھنے والے
کہ کتنی قیمتی شے یہ متاعِ ذوقِ عصیاں ہے

جلالؔ! اس دور میں افراط ہے ہر چیز کی لیکن
زمانے میں اگر کمیاب ہے تو جنسِ انساں ہے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۱۴۳

وہ میکش ہوں مسلسل بھر کے دینا ساقیا ! ہوگا
جو اک ساغر پہ بس کہہ دے وہ کوئی دوسرا ہوگا

گنہگارانِ الفت کو برا کہتے ہو کیوں واعظ!
یہ ایسا جرم ہے خوش حشر میں جس سے خدا ہوگا

تمہارا نام لب پر اور جبیں پر داغِ رسوائی
تمہیں اس شان سے محشر میں کوئی ڈھونڈتا ہوگا

تخیل پر ہے جس فردوس کی بنیاد اے واعظ!
ریاضِ کوئے جاناں کا مقابل بھی وہ کیا ہوگا

زباں سے دیکھ لینا تم مری اُف تک نہ نکلے گی
تہہِ خنجر بھی مجھ سے یوں ادا فرضِ وفا ہوگا

خفا تم جس قدر ہوگے بڑھے گی دل کشی اتنی
اور اتنا ہی دلِ عاشق میں جذبہ بھی سوا ہوگا

جبینِ آرزو میں سیکڑوں سجدے ہیں ایسے بھی
کہ جن کا قبلۂ اول تمہارا نقشِ پا ہوگا

مدیرِ(۱) صبحِ نو کی ہوگئی چشمِ عنایت تو
نہ جانے پھر جلالِؔ بے نوا بھی کیا سے کیا ہوگا

(۱) وفاؔ ملک پوری مرحوم

۱۴

اگر پیدا جہاں میں وہ شہِ ذیشاں نہیں ہوتا
کسی کے ناصیہ میں جلوۂ ایماں نہیں ہوتا

ترقی کے نئے رستے تو نت کھلتے ہیں دنیا میں
زمانے میں مگر پیدا کوئی انساں نہیں ہوتا

پیامِ غم بھی پوشیدہ ہے دامانِ تبسم میں
کہ خار و گل سے خالی کوئی چمنستاں نہیں ہوتا

نشاط و عیش کا دلدادہ ہونا عین فطرت ہے
کوئی میکش شرابِ تلخ کا خواہاں نہیں ہوتا

تمیزِ خندہ و گریہ کسی کو کچھ نہیں ہوتی
نہ روتی رات شبنم، دن اگر خنداں نہیں ہوتا

مری مستی ہو کیوں منت پذیرِ بادۂ احمر
شرابِ حسن میں کیا کیف کا ساماں نہیں ہوتا

حیاتِ جاوداں کا ذائقہ ملتا کہاں اس کو
اگر منصورؔ خوانِ دار کا مہماں نہیں ہوتا

جلالؔ بے نوا ہر آدمی سے حسن ظن رکھنا
شکارِ بد گمانی صاحبِ ایماں نہیں ہوتا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۱۵

نہیں تقصیر آنکھوں کی یہی حرفِ مقدّر تھا
اٹھائے جس کو گوہر دیکھ کر وہ ایک پتھر تھا

جو اپنی تیغ کو صیقل سے چمکاتا رہا شب بھر
سویرے معرکہ میں سر اسی کا زیرِ خنجر تھا

بڑی شانِ ترّحم سے کسی نے آکے سہلایا
نظر ڈالی تو زخموں پر نشانِ نوکِ نشتر تھا

لباسِ فاخرہ سب کے لئے سیتی رہی سوزن
اسیرِ بے لباسی پر اسی کا جسمِ لاغر تھا

پسِ مرگ اس کو دیکھا جو رہا کرتے تھے محلوں میں
گڑھا تھا قدِ آدم مٹیوں کا صرف بستر تھا

رہا جو بیچتا مِس پر لگا کر آبِ زر برسوں
کئی دن بعد اپنے دور کا وہ اک پیمبر تھا

درِ گلشن پہ پہرہ تھا تو کیا ، اڑ کر پہنچ جاتے
مگر جب وقتِ گل آیا تو بازو تھا نہ شہپر تھا

جہاں مامن سمجھ کر ہم جلاؔلِ بے نوا پہنچے
مگر تقدیر اپنی وہ بھی اک صیاد کا گھر تھا

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۱۶

لگا کر بھیڑیا سے دوستی شاداں جو پر فن تھا
بالآخر خون میں لتھڑا ہوا اس کا بھی دامن تھا

نہ جانے بے گھری کو ہم سے اتنی دوستی کیوں ہے
پلٹ آئے جو صحرا سے تو گھر اُلّو کا مسکن تھا

جہاں زاغ و زغن کے گھونسلے اب ہیں گلستاں میں
وہیں اک شاخِ تازہ پر ہمارا بھی نشیمن تھا

کبھی بھرنے نہ پایا زخمِ دل زخمِ جگر میرا
عدو بدنام ہے پر دوستوں کے پاس ناخن تھا

اندھیرے میں یہ داغِ دل ہی میرے کام میں آئے
جہاں تھی روشنی پھوٹی ہوئی وہ میرا مدفن تھا

سمیٹ کر ہم بھی دامن پھول چن لیتے نکل جاتے
مگر محبوب بے حد ہم کو نیشِ خارِ گلشن تھا

دکھا کر چور کو گھر مطمئن لیتا ہے خراٹے
جہاں تھا کاروانِ درد ٹھہرا تیرا آنگن تھا

تو خونِ دل رہا پیتا وہ خونِ قوم و ہمسایہ
جلالِ بے نوا کیا تو بھی گاؤں کا مہاجن تھا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۱۷

سوتے رہے وہ شب بھر کروٹ بدل بدل کے
ارمان رہ گئے سب دل میں مچل مچل کے

آئے تھے میکدہ سے ہم تو بہت سنبھل کے
الزام پھر بھی آئے کچھ سر پہ ہلکے ہلکے

دھوکے کی ہر دکاں میں ساری سجاوٹیں ہیں
چیزیں وہی پرانی دیتے ہیں رنگ بدل کے

کوتوال شہر کے ہیں معلوم ہو رہا تھا
قزّاق تھے مگر وہ بھیس اپنا یوں بدل کے

قیدیِ زلفِ خوباں ممکن نہیں رہائی
زنجیرِ آہنی سے جاسکتے تم نکل کے

افسوس زندگی کے دن اب عذاب سے ہیں
کھاتا ہوں پاؤ روٹی وہ بھی مسل مسل کے

بیتاب و ناتواں ہو چلنا ہی چاہتے ہو
دیکھو جلالؔ! اک دن دو ہی قدم تو چل کے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۱۸

خوشی میں تو اہلِ نعم یاد آئے
برا وقت آیا تو ہم یاد آئے

ہوا جنّت و حور کا تذکرہ جب
گلی اُن کی اور وہ صنم یاد آئے

نظر آئی قوسِ قزح آسماں پر
ہمیں اُن کی ابرو کے خم یاد آئے

ببولوں کے سایہ نے جس دم پکارا
ہمیں اپنے زخمِ قدم یاد آئے

ہمیں دیکھتے ہی سوئے بزم آتے
انہیں تازہ تازہ ستم یاد آئے

لیا نام شعرائے پیشیں کا کوئی
ہمیں نجمؔ (۱) و یوسفؔ (۲) کے دم یاد آئے

جلالؔ حزیں شمسؔ (۳) چرخِ ادب کو
اگر آئے بھی ہم تو کم یاد آئے

(۱) نجم ہری پوری (۲) مولانا یوسفؔ رشیدی (۳) شمسؔ جلیلی، شیشہ باڑی

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۱۹

کنار بحرِ محبت کا کوئی پا نہ سکا
کوئی بھی ڈوب کے تہہ کی خبر بتا نہ سکا

اگرچہ ساتھ تھے روح الامیں قدم بہ قدم
پتہ حضورؐ کی رفعت کا کچھ لگا نہ سکا

لگی تھی کونسی وہ آگ قیس کے دل میں
فرات و نیل کا پانی جسے بجھا نہ سکا

نہ جانے عشق کی وادی ہے کتنی پیچیدہ
پھنسا جو اس میں کبھی لوٹ کے وہ آنہ سکا

ہزاروں سال سے سورج سفر میں ہے مصروف
زمانہ پاکے بھی تنہا اسے ستا نہ سکا

چلا تھا گھر سے جو کعبہ کو منہدم کرنے
وہ آپ کو بھی ابابیل سے بچا نہ سکا

بڑھا کے ہاتھ یہ خاکی اٹھا لیا اس کو
وہ بارِخوف سے جس کو ملک اٹھا نہ سکا

جلالؔ دوب کی صورت رہا جو خاک بہ سر
کوئی جہان میں اس کو کبھی دبا نہ سکا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۲۰

اب فرق نہیں پڑتا آنے میں نہ آنے میں
تصویر تمہاری ہے آنکھوں کے نگینے میں
ایسے بھی نظر آئے احباب زمانے میں
شمشیر بکف پہنچے چھپ کر جو سرہانے میں
ہر بات غزل ہے اب اے جانِ غزل! میری
ہے عکس ترا جب سے اس دل کے سفینے میں
دینے میں ہمیشہ جو رہتے ہیں بہت پیچھے
رہتا ہے بہت آگے ہاتھ ان کا ہی لینے میں
روزے نہیں رکھتے تو کیا اس سے بگڑتا ہے
پابندی تو کرتے ہیں افطار کے کرنے میں
ہر جمعہ نہا دھوکر مسجد میں پہنچتے ہیں
سن لیتے ہیں قرآں بھی بیٹھے ہی شبینے میں
پُر آب ہیں آنکھیں بھی چہرہ بھی ہے اترا سا
غم ناک جلالؔ دیں ڈوبا ہے پسینے میں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۲۱

عجب شے ہے بڑھاپا ، آدمی بیکار ہوتا ہے
کسی صورت اٹھا تو بیٹھنا دشوار ہوتا ہے

وہ کیا جانے نسیمِ صبح دم کی مشک افشانی
بہائم کی طرح جو دن چڑھے بیدار ہوتا ہے

غزل کہنے میں اے جانِ غزل! ہوتی ہے دشواری
نظر کے سامنے جب تو نہ جلوہ بار ہوتا ہے

اگر ہو تندرستی آشِ جو نانِ مرغّن ہے
طبیعت مضمحل ہو گر تو گل بھی خار ہوتا ہے

بہ ہرسو جستجوئے مرگ میں پھرتا ہوں آوارہ
سنا ہے بعد مرنے کے ترا دیدار ہوتا ہے

جلالؔ بے نوا سر پر یہ کیا وقتِ خراب آیا
قلم کو انگلیوں سے تھامنا بھی بار ہوتا ہے

۲۲

مانا صنم کہ تم سا کوئی خوبرو نہیں
پر جس طرح کہ تم ہو تمہاری ہے خو نہیں
بد خواہ کوئی اپنا اگر ہے رہا کرے
میرا طریقِ کار جوابِ عدو نہیں
اُس راہ رو کا بچ کے نکلنا محال ہے
تاروں کی طرح جس کی نظر سُو بہ سُو نہیں
باطن اگر ہے صاف تو ظاہر سے کیا خطر
تلوار زرہ پوش کا پیتی لہو نہیں
منزل کی جستجو میں رہو تم رواں دواں
رُک رُک کے چلتا جیسے کبھی آب جُو نہیں
اوروں کو ہو پسند تو خو بی کی بات ہے
اپنے خیال میں تو کوئی زشت خو نہیں
واعظ بھی میکدہ میں پہنچتے ہیں آئے دن
جاتی ہے دل سے الفتِ جام و سبُو نہیں
قلب و نظر میں حسرتِ دیدِ حجاز ہے
اس کے سوا جلالؔ کی کچھ آرزو نہیں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۲۳

مزاجِ یار میں کچھ برہمی معلوم ہوتی ہے
حریفوں کی ہمیں یہ دشمنی معلوم ہوتی ہے

وہ آتے بھی نہیں ہیں اور بلاتے بھی نہیں ہم کو
نیاز و ناز میں ان بن ٹھنی معلوم ہوتی ہے

شکارِ تنگ نظری ہے نظامِ دہر بھی شاید
غریبوں پر نظر اس کی کڑی معلوم ہوتی ہے

کہیں ہیں قمقمے روشن عمارت مسکراتی ہے
اندھیرے کی کہیں چھاؤں گھنی معلوم ہوتی ہے

غمِ نو کی جلالؔ بے نوا تمہید ہے شاید
برابر آج کیوں مجھ کو ہنسی معلوم ہوتی ہے

۲۴

سنا ہے راہزن ہی راہ بر ہے
سفر کیا اب حضر میں بھی خطر ہے
کہیں مذہب کہیں ہے ذات کی جنگ
مرا خلوت کدہ ہی خوب تر ہے
اندھیری رات سے اے دل ! نہ گھبرا
اُجالے کی یہی پیغام بر ہے
اُسی کی بیخ کو تو کاٹتا ہے
قدم ناداں ترا جس شاخ پر ہے
اٹھاؤ ہر قدم ہشیار ہوکر
قضا منڈلا رہی بالائے سر ہے
لگادی دی آگ اتنا بھی نہ سوچا
اسی گاؤں کے اندر اپنا گھر ہے
کھڑا ہے ہاتھ میں تلوار لے کر
وہی جس کا برادر وار پر ہے
رفیقو ! راستہ ہموار پکڑو
جلالؔ بے نوا بھی ہم سفر ہے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۲۵

عمرِ رواں کا سایہ پھسلتا ہوا گیا
بادل ہوا کے دوش پہ اڑتا ہوا گیا

طوفان ہر طرف سے امنڈ کر نکل پڑے
کشتی سے اس گھڑی تو کہاں ناخدا گیا

پیکِ اجل کے سامنے سب سر جھکا دیئے
سر سے خمارِ بادۂ دوآتشہ گیا

دو گز ملی زمین ہمیشہ کے واسطے
وہ اہتمامِ بسترِ دو منزلہ گیا

بزمِ جہاں کی کونسی رونق گھٹی جلالؔ!
سوئے عدم جو تجھ سا کوئی نا سزا گیا

۲۶

ہر سمت ڈھونڈتا ہوں تجھے تو کہاں گیا
مجھ کو بھی اب بلا لے وہاں تو جہاں گیا

بزمِ جہاں کسی کی جگہ مستقل نہیں
اٹھ کر یہاں سے بچہ گیا نوجواں گیا

رفتار زندگی کے گزرنے کی آئی یاد
سوئے نشیب اوج سے سیلِ رواں گیا

شاہد ہے جبرئیلؑ صداقت پہ شک نہیں
افلاک تک بلالؓ کا شورِ اذاں گیا

بیٹھے ہیں دیر سے تو درِ میکدہ میں ہم
تو لے کے جام ساقیِ مہوش کہاں گیا

تیرے لئے جلالؔ! ہے کافی فروغِ نجم
تو روشنی کی کھوج میں گھر سے کہاں گیا

۲۷

آئے ہیں بے نقاب وہ میری ممات میں
پونم کی چاندنی ہے اماوس کی رات میں
ساحل کے پاس ڈوب گئی کشتیِ امید
دو گز کا فاصلہ تھا بھنور سے نجات میں
تو گر ہمیں برا بھی کہے تو برا نہیں
ایسی مٹھاس ہوتی کہاں ہے نبات میں
میرا حسیں قلم بھی کسی کام کا نہیں
اک بوند روشنائی نہیں جب دوات میں
ہر سمت تیرگی کی ہے بارش کا زور و شور
جگنو کی روشنی بھی ہوئی گم دیہات میں
ہر غم کے ساتھ آیا خوشی کا بھی اک پیام
ایسا بھی وقت آیا ہماری حیات میں
باطل کے سامنے نہ جھکے نہ جھکایا سر
پیاسے رہے حسینؓ کنارِ فرات میں
والد کے سر پہ قرض کا ہے بار تو رہے
پیسے مگر ہوں خرچ جہیز و برات میں
دشمن کے داؤ پیچ کی کیا فکر ہے جلاؔل
لغزش نہ آئے آپ کے پائے ثبات میں

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۲۸

مریضِ عشق مت گھبرا کہ افزوں اس سے غم ہوگا
یونہی پہلے پہل دردِ محبت بیش و کم ہوگا

سر آنکھوں پر تری ساری نصیحت حضرتِ ناصح!
محبت کا مگر دل سے مرے سودا نہ کم ہوگا

اگر تشبیہ دے کوئی اُسے ماہِ دوہفتہ سے
تو بیشک عارضِ گل رنگ پر اُس کے ستم ہوگا

نہ دیکھو اِس کا بھولا پن یہ فطرت کا تقاضا ہے
یہی بچہ کسی دن صاحبِ سیف و قلم ہوگا

شبِ ہجراں تری ظلمت فشانی کیوں دوبالا ہے
رخِ روشن پہ شاید گیسوئے پر پیچ و خم ہوگا

مری شاخِ نشیمن کو گرانا سوچ رکھا ہے
کسی صورت یہ طوفانِ حوادث اب نہ کم ہوگا

بھلا دیکھوں وہ مجھ سے کس طرح بچ کر نکلتے ہیں
وہیں سر ٹیک دوں گا میں جہاں ان کا قدم ہوگا

کسی کامل کی صحبت میں کدورت سے مجلیٰ کر
سکندر کا یہی دل آئینہ اور جامِ جم ہوگا

میں سمجھوں گا اسی دن زندگی کام آئی کچھ اپنی
بہ چشمِ نم یہاں سے جب سفر سوئے حرم ہوگا

جلالِ بے نوا عرشِ الٰہی جس کو کہتے ہیں
خبر کیا تھی وہی دل ایک دن بیت الصنم ہوگا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۲۹

یہ مشکیں زلف یا مارِ سیہ گنجِ کہن کا ہے
حنائی دست ہے یا خوں شہیدِ بے کفن کا ہے

تمہارا عارضِ تابندہ ہے، یا ہے مہِ کامل
درخشاں گوہرِ دنداں ہے یا موتی عدن کا ہے

یہ آنکھیں ہیں تمہاری یا کہ ہیں دو پھول نرگس کے
نہالِ قامتِ رعنا ہے یا سروِ چمن کا ہے

رقابت کی مہک آتی ہے بلبل تیرے نالوں سے
تو دلدادہ ہے گل کا، مجھ کو سودا گل بدن کا ہے

کبھی اطراف میں رسوا کے فکر وفن کی شہرت تھی
مگر اب ہر طرف چرچا مرے شعر و سخن کا ہے

بہت بیباک ،دل آشوب ہے وہ فتنۂ عالم
جلالِؔ بے نوا مفتون تو جس سیم تن کا ہے

۳۰

نگاہِ شوق نے میری جہاں دیکھا جدھر دیکھا
اسی کو جلوہ گر ہر سو باندازِ دگر دیکھا

مریضِ عشق نے گھل گھل کے آخر جان ہی دے دی
دواؤں کا اثر میں نے تمہاری چارہ گر دیکھا

ہجومِ رنج و غم، حرمان و حسرت یاس و ناکامی
کہاں جز اس کے نخلِ عشق میں کوئی ثمر دیکھا

حجابِ ابر میں غیرت سے سورج ہوگیا پنہاں
تمہارے حسن کی دلکش جھلک جب بام پر دیکھا

جبینِ شوق میں سجدے نیازوں کے تڑپ اٹھے
نگاہِ جستجو نے جب کسی کا سنگِ در دیکھا

برنگِ کاہ چاہا حاسدوں نے پیس ہی ڈالیں
جلاؔلِ بے نوا کو مطمئن جب اپنے گھر دیکھا

۳۱

دل الجھ کر رہ گیا زلفِ بتِ بے پیر میں
ہو بُرا آنکھوں کا بندھوائیں مجھے زنجیر میں

میرا خط پڑھ کر ہوا وہ کس لئے چیں بر جبیں
سادگی ہی سادگی تھی تو میری تحریر میں

خواب میں آنے لگا ہے خیریّت پرسی کو اب
کچھ اثر ہوتا چلا ہے نالۂ شبگیر میں

کوئی دیوانہ کوئی مجنوں کوئی کہتا ہے مست
ہائے بد نامی لکھی تھی کس قدر تقدیر میں

اب تلک قاصد نہیں لوٹا ہے جو لے کر جواب
نقص پایا ہے وہ شاید کچھ مری تحریر میں

ناز بیجا ہے جوانی پر تجھے کرنا جلاؔل
ایک دن پیری جھلک دے گی تری تصویر میں

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۳۲

گھٹا چھائی ہے ساقی بارشِ مے عام ہو جائے
سبھوں کی پیاس بجھ جائے تمہارا نام ہوجائے

بہار آئی ہے آجائے اگر وہ یار گلشن میں
چمن ہو میکدہ ہر گل چھلکتا جام ہو جائے

شراب ایسی پلا ساقی کوئی اپنی کرامت سے
کہ میخواروں کا دل آئینہ دارِ جام ہوجائے

جمالِ یار کا کرتا رہوں ہر وقت نظّارہ
اسی شغلِ حسیں میں زندگی کی شام ہوجائے

جلاؔلِ بے نوا جوشِ جنوں میں بک رہے ہو کیا
کہیں کوئی تمہاری وجہ سے بدنام ہوجائے

۴۳

آئی بہار لے کر بزمِ طرب چمن میں
بلبل چہک رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

ہر ذرۂ وطن کی تصویر سامنے ہے
پردیس میں ہے قالب دل ہے مگر وطن میں

سن سن کے میرے نالے تارے بھی رو دیے ہیں
آنسو ہیں شبنموں کے رخسارِ یاسمن میں

دنیا میں پھر رہے تھے کل جو لچک لچک کر
وہ آج قبر میں ہیں لیٹے ہوئے کفن میں

اہلِ وطن نہ چاہیں مجھ کو تو غم نہیں ہے
بے مول ہے سراسر موتی بھی تو عدن میں

عُشّاق سے زمانہ خالی نہیں رہا ہے
اب ہے جلالؔ شیدا مجنوں کے پیرہن میں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۳۴

بزم میں ان کا گزر جب بے حجابانہ ہوا
راز الفت کا ہماری کھل کے افسانہ ہوا

شیخ صاحب آپ کو کیوں اتنا چرکا لگ گیا
محفلِ رنداں میں کل جو رقصِ پیمانہ ہوا

ناسپاسی ہوگی لینا شمع کا احسان اب
جب جگر کے داغ سے روشن یہ کاشانہ ہوا

شمع جب بھڑکی بوقتِ صبح بجھنے کے لئے
چشم نم، نالہ بہ لب، بیتاب پروانہ ہوا

تم نے یہ پایا کہاں حسنِ تکلم اے جلاؔل!
تم کو حاصل کب یہ اندازِ فصیحانہ ہوا

۳۵

ہوگئے سرشار پیدا بے خودی ہونے لگی
میکدہ میں جب تری جلوہ گری ہونے لگی

پھر کسی کی یاد نے لیں قلب میں انگڑائیاں
پھر تصور میں کسی سے گپ چپی ہونے لگی

عشق کا سایہ ہی شاید کیمیا تاثیر ہے
اشک کی ہر بوند موتی کی لڑی ہونے لگی

بس بھرے کانٹے ہیں اس میں ہر قدم ہے خار دار
عشق بازی بھی کوئی کیا دل لگی ہونے لگی

کہہ رہے ہو شاعری ہے کارِ بیکاراں جلاؔل
پھر تمہارا مشغلہ کیوں شاعری ہونے لگی

۳۶

کیا جانے کیا ہوا ہے دلِ سوگوار کو
سر پر اٹھا رہا ہوں حسینوں کے پیار کو

دو کشتیوں میں بھر کے ہم درہائے آبدار
نذرانہ دینے آئے ہیں اس مہ نگار کو

دل کی کلی ہی کھِل نہ سکے جس بہار میں
چولھے میں جھونک دیجئے ایسی بہار کو

قفلِ قفس کی یاد سے ہوتا ہوں مضطرب
اے ہم نشیں نہ چھیڑ یاں ذکرِ بہار کو

مینار روشنی کا ہے داغِ جگر میرا
کیا پاؤ گے بجھا کے چراغِ مزار کو

اک سجدہ بھی خلوص کا زاہد ترا نہیں
رشوت کہاں پسند ہے آمرزگار کو

عُشّاق کا ہے کھیل ہی دار ورسن جلالؔ
کیا اہمیت ہے سانحۂ رقصِ دار کو

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۳۷

نبض ٹھنڈی ہوگئی بیمار کی
دل میں حسرت رہ گئی دیدار کی

مثلِ موسیٰ ہوگئے بے ہوش ہم
برق جب چمکی جمالِ یار کی

قبر میں بھی دوستو! تنہا نہ ہوں
ساتھ ہے حسرت وصالِ یار کی

زخمیِ تیرِ نگاہِ ناز کو
چاہیئے پٹی وصالِ یار کی

جھک گئی گردن ہماری خود بخود
تا نہ خالی ضرب ہو دلدار کی

مجھ سے پردہ غیر سے بے پردگی
کیا نرالی ہے ادا دلدار کی

تم سے شعرائے وطن کو اے جلالؔ
تاب بھی تو ہے نہیں گفتار کی

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۳۸

صراحی ہے نہ ساقی ہے نہ بلّورین پیمانہ
نہ کچھ سامانِ عشرت ہے پڑا خالی ہے میخانہ

عزیز و اقربا احباب سب موجود ہیں لیکن
کوئی ہمدرد گر ہو تو سناؤں اپنا افسانہ

مٹادی آبرو ایمان کو برباد کرڈالا
کھلا یا بخت نے ایسا فریبِ حسنِ جانانہ

جنابِ قیس کو دیکھو کوئی نسبت رہی مجھ سے
وہاں ویرانہ مسکن تھا یہاں مسکن ہے ویرانہ

کسی کے بارِ احساں سے تو خم ہوتی نہیں گردن
شکستہ ہی سہی بہتر مگر ہے اپنا کاشانہ

کہاں تک اے جلالؔ بے نوا اظہارِ بیتابی
یہ دنیا ہی تو ہے آخر نہیں کوئی ارم خانہ

راز ہے آنکھوں کے اشارے نہیں ہوتے
چھپ چھپ کے لبِ بام نظارے نہیں ہوتے

اندازِ محبت ہی الگ رکھتے ہیں سب سے
اندھیر ہے پھر بھی وہ ہمارے نہیں ہوتے

محجوب ہیں خوبانِ جہاں سامنے ان کے
جوں چاند کے پر تو میں ستارے نہیں ہوتے

اس دل کو کبھی تم سے کوئی لاگ نہ ہوتی
اندازِ محبت میں پکارے نہیں ہوتے

آئینہ اگر سامنے آسکتا تمہارے
الجھی ہوئی زلفوں کو سنوارے نہیں ہوتے

رہتے ہیں رقیبوں کے لئے بانہیں اٹھائے
بھولے سے مگر میرے کنارے نہیں ہوتے

اُس فخرِ رسالت کی جو تخلیق نہ ہوتی
یہ چاند یہ سورج یہ ستارے نہیں ہوتے

ملتا جلاؔل آج تمہیں بھی خراجِ داد
طرزِ سخن جو اپنی بگاڑے نہیں ہوتے

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۴۰

دمِ عیسیٰ کی تیرے ہونٹ میں تاثیر رکھی ہے
رخِ پر نور میں مہتاب کی تنویر رکھی ہے
ذرا سی ٹھیس میں یہ شیشۂ دل ٹوٹ جائے گا
چھپا کر میں نے اس میں آپ کی تصویر رکھی ہے
جدھر اٹھتی ہے آجاتے ہیں کھنچ کر خود ہی دیوانے
تری آنکھوں میں مقناطیس کی تاثیر رکھی ہے
دکھا کر ہم جبیں اپنی کریں گے عرض محشر میں
تو ہی یارب بتادے کس نے یہ تحریر رکھی ہے
جلالؔ بے نوا اس مختصر سی عمر میں تونے
بتا دنیا میں ناکردہ کوئی تقصیر رکھی ہے

۴۱

جھکا دیتے ہیں گردن اور خدا کا نام لیتے ہیں
وہ بہرِ قتل جس دم تیغِ خوں آشام لیتے ہیں

کبھی ہم بن کے شانہ تیری مشاطہ کے ہاتھوں کا
بلائیں زلفِ مشکیں کی بتِ گلفام لیتے ہیں

بلاکر جو کبھی حالات ہم سے پوچھ لیتے تھے
وہ احبابِ وطن اب قبر میں آرام لیتے ہیں

ہماری میکشی کا ہے الگ انداز اے یارو!
کہ ہم ساقی کی آنکھوں سے سبو کا کام لیتے ہیں

ہمیں ہندوستاں کے ذرے ذرے سے محبت ہے
اگرچہ مذہباً اسلام کا ہم نام لیتے ہیں

جلالؔ بے نوا جیسی بھی ہو لکھتے چلو غزلیں
ہم اس پر کیا کسی سے داد یا انعام لیتے ہیں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۴۲

تری شامِ جدائی میں نہ موت آئی نہ خواب آیا
نئے رنگ روپ میں لمحہ بہ لمحہ اضطراب آیا ق
شبِ تاریک میں ہر سمت دن کی روشنی پھیلی
کوئی جب بام پر چہرہ سے سرکا کر نقاب آیا
مسرت میں رہے ڈوبے ہوئے ایام بچپن کے
یہ عہدِ نوجوانی درد و غم کے ہم رکاب آیا
بہت گاڑھی چھنی ہے ان دنوں رندوں سے زاہد کی
بہم ہیں کفر اور اسلام کیسا انقلاب آیا
نکیرانِ لحد چھیڑو نہیں ان کے غلاموں کو
شفیعِ عاصیاں قرآن میں جن کا خطاب آیا
جلاؔلِ بے نوا توبہ اکارت ہی گئی جس دم
سنور کر سامنے وہ پیکرِ حسن و شباب آیا

۴۳

کہاں ہوگا کدھر ہوگا دلِ ناکام کیا ہوگا
خدا جانے محبت میں ترا انجام کیا ہوگا

طبعِ آزاد پیدا کر دلِ بے خوف پیدا کر
جسے ڈر محتسب کا ہو وہ مے آشام کیا ہوگا

نیا دیوانہ ہوں مجھ کو نئی زنجیر سے باندھو
پرانا انتشارِ زلف میرا دام کیا ہوگا

پلانا ہی اگر مقصود ہے بھر بھر پلاتا جا
ہماری پیاس کے آگے یہ خالی جام کیا ہوگا

صفِ آخر میں بھی لبریز پیمانہ ملا ہم کو
کرم ساقی کا اس سے اور بڑھ کر عام کیا ہوگا

بدل جائے جو صبحِ وصل سے شامِ جدائی تو
تمھیں نقصان آخر گردشِ ایام کیا ہوگا

تمھیں کیوں فکر ہے یارو تڑپنے دو تڑپنے دو
تڑپنے کا میں عادی ہوں مجھے آرام کیا ہوگا

جلاؔلِ بے نوا ذوقِ سخن گوئی نہ گر بدلا
تو پھر ان بے مزہ شعروں سے تیرا نام کیا ہوگا

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۴۴

رہ رہ کے تیری یاد ستائے تو کیا کروں
تیرا خیال دل سے نہ جائے تو کیا کروں

واعظ اگر قصور ہے کر لے ملامتیں
آنکھوں سے کوئی دل میں سمائے تو کیا کروں

مانا کہ ہے شراب کا چھونا حرام پر
ہاتھوں سے اپنے کوئی پلائے تو کیا کروں

کاشانہ اپنے دل کا مجھے بھی عزیز ہے
برقِ نظر سے کوئی جلائے تو کیا کروں

ہے خوف اگرچہ آہ میں افشائے راز کا
بیساختہ نکل ہی جو آئے تو کیا کروں

یہ موسمِ بہارِ نو پھولوں کا یہ نکھار
خوابیدہ آرزو کو جگائے تو کیا کروں

یہ تو نہیں جلالؔ مرے بس کا روگ ہے
دیوانہ کوئی مجھ کو بنائے تو کیا کروں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۴۵

پوچھتے ہیں وہ ہمیں درد کہاں اٹھتا ہے
اک جگہ ہو تو بتادوں کہ یہاں اٹھتا ہے

بزمِ ہستی سے تو اٹھنے کا ہے دستور قدیم
دکھ بڑا ہوتا ہے جب کوئی جواں اٹھتا ہے

جم کے بن جاتا ہے اک اور فلک زیرِ فلک
حسرتوں کا جو مرے دل سے دھواں اٹھتا ہے

لوں کسی کا میں سہارا یہ گوارہ بھی نہیں
بیٹھ جاتا ہوں وہیں درد جہاں اٹھتا ہے

روز کٹیا سے بہت رات گئے تیری، جلالؔ!
کوئی دیوانہ ہے جو نالہ کناں اٹھتا ہے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۴۶

تکلف برطرف ہم اس کو ہی عاقل سمجھتے ہیں
جو اعجازِ مسیحا کا تمہیں حامل سمجھتے ہیں

یہاں شیخ و برہمن کی قیادت سے غرض کیا ہے
ہم اپنے جذبِ دل کو رہبرِ کامل سمجھتے ہیں

بھروسہ کس پہ راہِ عشق میں ہو رہنمائی کا
یہاں تو خضر کو ناواقفِ منزل سمجھتے ہیں

لگی رہتی تمہاری یاد ہے دل میں تو رہنے دو
اسے ہم کشتِ زارِ عمر کا حاصل سمجھتے ہیں

سمجھ میں آگئی واعظ تری جنت خیالی ہے
ہم اس جنت سے بڑھ کر یار کی محفل سمجھتے ہیں

انہیں جب سے مسرت ہے ہماری نامرادی پر
شکستِ آرزو کو ہم مرادِ دل سمجھتے ہیں

یہ کیسا پوچھنا سر چڑھ کے ہم کو کیا سمجھتے ہو
سپہرِ حسن کا تم کو مہِ کامل سمجھتے ہیں

نکلتا ہے بوقتِ امتحاں غدار وہ ساتھی
جسے بھی ہم جہاں میں رازدانِ دل سمجھتے ہیں

جلالِ غمزدہ رازِ محبت چھپ نہیں سکتا
جو کچھ کہتا ہے تیرا اضطرابِ دل سمجھتے ہیں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۴۷

جب رخِ روشن پہ تیرے زلف کا سایہ ہوا
تیرگی عالم میں چھائی رات کا دھوکا ہوا
اے نگاہِ منتشر تو نے ہمیں رسوا کیا
دوستوں میں آج میرے عشق کا چرچا ہوا
قطرہ ہائے اشک کی یہ غم گساری آفریں
ان کے بہہ جانے سے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا
نامرادی پیچھے پیچھے مسکراتی آگئی
کارواں امّید کا جب مرحلہ پیما ہوا
آئینہ میں دیکھ کر عکسِ جمالِ دلنشیں
اُس پری پیکر کا نازِ حسن دوبالا ہوا
ابر کے پردے میں کیا بجلی کبھی پنہاں رہی
تم نے چلمن بھی جو لگوائی تو کیا پردا ہوا
انگلیاں اٹھنے لگیں خلقت تماشائی ہوئی
جس طرف گزرا تمہارے در کا ٹھکرا یا ہوا
پیکرِ حیرت بنا زعمِ غلط جاتا رہا
سامنے آکر ترے شرمندہ آئینا ہوا
کیا کسی قتالۂ عالم سے آنکھیں لڑ گئیں
کھوئی کھوئی سی نظر، چہرہ بھی ہے اترا ہوا
اے جلالؔ بے نوا اب قافیہ سنجی نہ کر
بے مزہ شعروں سے تیرے سے دل مرا پھیکا ہوا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۴۸

شیشہ و ساغر و ساقی و دلِ شاد کہاں
ہم کہاں محفلِ عشرت کی یہ روداد کہاں

عشق میں ہوش و خرد عقل سبھی کھو بیٹھے
طبع میں باقی رہی جدتِ ایجاد کہاں

ایک توہین اسے کہنا ارم بھی ہوگی
کوچۂ یار کہاں جنتِ شداد کہاں

وادیِ عشق کی ہے پیش یہ پہلی منزل
قافلہ دل کا ہوا ہے ابھی بر باد کہاں

بے رخی پر ہے تمہیں ان کی شکایت کیسی
خود تمہیں بھی ہے آدابِ وفا یاد کہاں

خون رو دے گا فلک تو بھی یقیناً سن کر
کی ہے فریاد کی وہ لے ابھی ایجاد کہاں

جس طرح ٹوٹ کے شیشہ نہیں جڑتا ہے جلالؔ
خانۂ دل بھی جو اجڑا، ہوا آباد کہاں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۴۹

پیشِ نظر جو یار کا سروِ رواں نہیں
بھاتا ہے فصلِ گُل کا مجھے یہ سماں نہیں

بے سود ہیں یہ لالۂ و ریحاں کے رنگ و بو
جب تم نہیں تو میرے لئے گلستاں نہیں

شاید ہمارا نام انہوں نے بھلا دیا
آتی ہیں اب ہمیں جو کبھی ہچکیاں نہیں

آئی بہار اور مری توبہ کا قُل ہوا
ملاّ کے لکچروں کا رہا کچھ نشاں نہیں

دنیائے بے ثبات سے دل سرد ہوگیا
ہے صورتِ سکون ذرا بھی یہاں نہیں

ایسا کھڑا ہوں ساکت و صامت حضورِ حسن
گویا جلالؔ منہ میں ہے میرے زباں نہیں

۵۰

اک ادائے خاص سے وہ مسکرا کر چل دیئے
خرمنِ دل پر مرے بجلی گراکر چل دیئے

یہ بھی اندازِ ستم تھا ساری دنیا سے الگ
دل کے ارمانوں کو میرے گد گدا کر چل دیئے

حسبِ وعدہ آگئے پر ساتھ تھا ان کے رقیب
بے کہے بے کچھ سنے ہی مسکرا کر چل دیئے

ڈھونڈتی ہی رہ گئی میری نگاہِ منتظر
پاؤں سے تابوت پر ٹھوکر لگا کر چل دیئے

پھیر لیں احباب نے بھی آج آنکھیں اے جلاؔل
لحد کی آغوش میں تنہا سلا کر چل دیئے

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۵۱

سوزِ جگر کا حال کسی پر عیاں نہ ہو
جلتا رہوں اس آگ میں لیکن دھواں نہ ہو

پتھر وہ دل ہے جو نہ ہو تیرا اسیرِ زلف
وہ آنکھ کیا جو تیرے لئے خوں چکاں نہ ہو

اوروں کی طرح جلوۂ دیدار کے لئے
یا رب مجھے قیودِ زمان و مکاں نہ ہو

میری زبانِ حال مرا ترجماں بنے
خودداریوں پہ منتِ نطق و بیاں نہ ہو

آنے کو لب پہ شکوۂ جور و جفا ہو جب
اس دن خدا کرے مرے منہ میں زباں نہ ہو

واعظ رہینِ کعبہ برہمن ہے وقفِ دیر
تم جلوہ گر بتاؤ کہاں ہو کہاں نہ ہو

کیا شستگی ہو اُس کے مضامین میں جلاؔل
جس کو نصیب صحبتِ اہلِ زباں نہ ہو

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

۵۲

غزل خاص برائے محمد رضوان سلمہ

کیا حرج ہے رہوں میں گر تیری انجمن میں
پھولوں کے ساتھ کانٹے رہتے تو ہے چمن میں

یکساں کہاں رہی ہے صبح و مسا کسی کی
دیکھا ہے چاند کو بھی آتے ہوئے گہن میں

آیا تجھے تبسم بے ہوش ہو گیا میں
کیا بجلیاں چھپی تھیں آکر ترے دہن میں

اوروں کے جیب و دامن اس سے چمک گئے ہیں
چمکا عقیق کوئی ابتک کہاں عدن میں

اس آرزو کو لے کر ابتک میں جی رہا ہوں
تو پھول بن کے آئے مہتاب(۱) کے چمن میں

کرتا ہوں روز وشب میں تیرے لئے دعائیں
بلبل کی طرح چہکے علما کی انجمن میں

رضواںؔ کے دم قدم سے اک دن جلالؔ محزوں
جنت اتر کے آئے گی تیرے آپ کے وطن میں

(۱) قاضی منشی مہتاب الدین احمد مرحوم قاضی جلالؔ کے دادا تھے ۔

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

مصرعۂ طرح :- کروٹیں آگ کے بستر پہ بدلنا سیکھو

شبنمِ اشک کا چہرہ پہ لگا کر غازہ
مثلِ گل وقتِ سحر روز نکھرنا سیکھو

ہے تڑپ بوسۂ لب کی جو تمہارے دل میں
پائے محبوب میں گیسو سے لپٹنا سیکھو

تھام لو ہو کے فنا ، اپنی بقا کا دامن
ڈوب کر قلزمِ الفت میں ابھرنا سیکھو

کوئی نمرود تمہیں دے نہ سکے گا ایذا
"کروٹیں آگ سی کے بستر پہ بدلنا سیکھو"

مثلِ پروانہ وہ خود ٹوٹ پڑے گا تم پر
صورت شمع پہ آتش محبت میں پگھلنا سیکھو

سربلند بامِ تخیل پہ جو چڑھنا ہے جلاؔل
مورِ بے مایہ کے سے گر گر کے سنبھلنا سیکھو

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

مصرعۂ طرح :- آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتا دے مجھ کو

کاش تو خواب ہی میں جلوہ دکھا دے مجھ کو
ابنِ مریم کی طرح آکے جِلا دے مجھ کو

دستِ ساقی سے ملے گر تو غنیمت سمجھوں
گھول کر زہر جو محفل میں پلادے مجھ کو

زندگی بھر نہیں احسان بھلاؤں اس کا
کوئی گر محملِ لیلیٰ کا پتا دے مجھ کو

رہ گزر میں ہوں بہت دن سے پڑا میں آکر
اس تمنا میں کہ ٹھوکر ہی لگا دے مجھ کو

ہو ترے عشق میں وہ فیضِ محبت دل پر
مکتبِ عشق کا استاذ بنادے مجھ کو

مشک کی قدر نہ ہو میرے مشامِ جاں میں
اپنی زلفوں کی کوئی بُو جو سونگھا دے مجھ کو

موم ہے سنگ ہے شیشہ ہے کہ آئینہ ہے
''آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتادے مجھ کو''

ایسی جلدی سے لڑکپن میں غزل لکھ کے جلالؔ
اور آیا ہو کوئی گر تو سنادے مجھ کو

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

مصرعۂ طرح :۔جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں

وہ کونسی ہے جا ترا جلوہ جہاں نہیں
کعبہ کلیسا، دیر و حرم میں کہاں نہیں

ہم بندۂ طلب ہیں ہمارا مکاں نہیں
''جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں''

مجرم تو بات کرتے ہیں بڑھ چڑھ کے ہر جگہ
ہوتی ہے بے قصور کے منہ میں زباں نہیں

جب بھی کھلی زباں تو نفی میں کھلی تری
کیا ہے لغاتِ حسن میں یہ لفظِ ہاں نہیں

یارب ہو خیر ہم پہ وہ اتنا خفا ہے کیوں
کھائیں رقیب نے تو نئی چغلیاں نہیں

رودادِ ہجر تم کو سناؤں جلالؔ کیا
تشریح کے کئے میرے منہ میں زباں نہیں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

مصرعۂ طرح:- نہ رکھا رازِ دل پنہاں مرا وہ راز داں ہوکر

پڑا ہوں ہجر میں یارو! کسی کے خستہ جاں ہوکر
کروں کیا شاعری اب میں نحیف و ناتواں ہوکر

بپا سیلاب ہے یارو! جہاں میں میری آنکھوں سے
شبِ فرقت خیالِ یار میں آنسو رواں ہوکر

الٰہی روز و شب شام و سحر یہ آرزو اپنی
گزاروں زندگی ان کی گلی کا پاسباں ہوکر

کیا رسوا سرِ محفل ان آنکھوں نے مجھے آخر
"نہ رکھا رازِ دل پنہاں مرا وہ راز داں ہوکر"

جلالؔ ! ایامِ طفلی میں یہ رنگیں شاعری تیری
زمانے میں کرے گا نام پیدا تو جواں ہوکر

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۲۷رفروری ۱۹۵۳ء میں بزمِ مشاعرہ پورنیہ میں یہ غزل پڑھی گئی

مصرعۂ طرح :- نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

تمہارے چاہنے والے پہ جورِ آسماں کیوں ہو
محبت کرنے والا دل نوا سنجِ فغاں کیوں ہو

شکستہ حال چشمِ خوں فشاں اترا ہوا چہرہ
مذاقِ دوستاں محفل میں میری داستاں کیوں ہو

زبانِ حال ہی تو ترجماں ہے سوزشِ دل کی
مری رودادِ غم منت کشِ لفظ و بیاں کیوں ہو

قفس اچھا ہے بلبل کے لئے گل کی جدائی سے
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

لہو دے دے کے جس بلبل نے گلشن کو سجایا تھا
اسی پر آج قہر آگیں نگاہِ باغباں کیوں ہو

کوئی تازہ ستم سو چا ہے تم نے آج پھر شاید
جلاؔلِ بے نوا پر ورنہ اتنا مہرباں کیوں ہو

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

نظمیں

شاعر کی دعا

دلِ مسلم میں یارب جذبۂ بیدار پیدا کر
عطا کر حوصلہ ایمان میں انوار پیدا کر
محبت دے، مروت دے وہی پچھلی اخوت دے
کوئی ایوب سا پھر صاحبِ ایثار پیدا کر
جھکے ہرگز نہیں باطل کے آگے بلکہ سر دے دے
حسینؓ ابن علیؓ جیسا کوئی جرار پیدا کر
گھٹا چھائی ہے بے دینی کی ہرسُو تیری دنیا میں
عمر فاروقؓ جیسا پھر کوئی دیں دار پیدا کر
نگوں ہوتا ہی جاتا ہے ابھی اسلام کا پرچم
کوئی عباسؓ جیسا پھر علم بردار پیدا کر
لرز اٹھے زمانہ منتشر ہو فوج باطل کی
کوئی جاں باز خالدؓ سا سپہ سالار پیدا کر
نہیں اب کفر کی بڑھتی ترقی دیکھی جاتی ہے
مسلماں میں اشداء علیٰ الکفار پیدا کر

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

خزاں کے ہاتھ مرجھایا ہوا ہے نخل ملت کا
تو اس میں رحمتِ کامل سے برگ و بار پیدا کر

نہتے ہو گئے ہیں اختلاف و جنگِ باہم سے
تو ان میں اتفاق و صلح کی تلوار پیدا کر

کرم فرما جلالِؔ بے نوا کے قلبِ مضطر میں
الٰہ العالمیں ! عشقِ شہِ ابرار پیدا کر

دعوتِ عمل

اک نئی دنیا نئے شمس و قمر پیدا کریں
پھر وہی اسلاف کی شام وسحر پیدا کریں
چھائیں دنیا کے اندھیروں پر اجالا بن کے ہم
اپنے اندر تابشِ نورِ سحر پیدا کریں
ایسی ہو یکسانیت گفتار اور کردار میں
دشمنوں کے دل میں بھی ہم جس سے گھر پیدا کریں
خود اٹھاکے رنج ہم اوروں کا غم ہلکا کریں
جذبۂ و اخلاصِ قلبِ چارہ گر پیدا کریں
پاؤں پھیلانے سے پہلے اپنی چادر دیکھ لیں
کوچ سے پہلے ہی سامانِ سفر پیدا کریں
کام رہرو کا نہیں ہے راستے میں بیٹھنا
ذوقِ منزل ہے تو سورج کا جگر پیدا کریں
ترک کر ڈالیں یہ فرسودہ مذاقِ شاعری
کوئی پاکیزہ سا عنوانِ دگر پیدا کریں
یہ خزف ریزے بھلا کیا قدر پائیں گے جلاؔل
معدنِ افکار میں لعل و گہر پیدا کریں

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

ہم کیا تھے

مطیعِ حق تعالیٰ تھے پیمبر پر فدا ہم تھے
صداقت کیش تھے، ملت کا سچا آشنا ہم تھے

تزلزل تھا ہمارے رعب سے ایوانِ باطل میں
بہادر تھے، جری تھے پنجۂ شیرِ قضا ہم تھے

اخوت اور ہمدردی کا ہم دنیا میں تھے پیکر
غریبوں بیکسوں کے درد اور دکھ کی دوا ہم تھے

زمانہ کانپ جاتا تھا ہمارا نام سنتے ہی
جوابِ زور میں سہراب و رستم سے سوا ہم تھے

ہماری ہی حکومت شرق سے تا غرب تھی جاری
زمانہ بن کے تھا محکوم اور فرماں روا ہم تھے

ہمارے سر تھی دستارِ فضلیت رہ نمائی کی
سبھی تھے راہ رو، منزل کا پختہ رہنما ہم تھے

تڑپ جاتے ہیں ماضی کروٹیں لیتا ہے جب دل میں
یہ کیا حالت ہماری آج ہے اور کل ہی کیا ہم تھے

اُصولِ دین و ایماں پر تھے قائم جب قدم اپنے
تو اُن ایام میں سب کچھ جلالؔ بے نوا ہم تھے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

یہ کیا؟

ملوث شرک سے توحید کا ہے کلمہ خواں ہوکر
ہراسِ حملہ آور ہے حرم کا پاسباں ہوکر
بلندی سے اتر کر جانبِ پستی شتاباں ہے
زمیں کی سمت جھکتا جارہا ہے آسماں ہوکر
جبیں تیری معاذ اللہ سنگِ در ہے غیروں کا
یہ عالم آہ الا اللہ کا ہے راز داں ہوکر
لرز اٹھتی تھی جس سے بارگاہِ قیصر و کسریٰ
وہی گمنام سا پھرتا ہے ننگِ خانداں ہوکر
سبق جس نے زمانے کو دیا تھا خُلق و احساں کا
بنا ہے غیرتِ چنگیز اب ایذا رساں ہوکر
جلاؔلِ بے نوا ہوتا ہے ظاہر تیری نظموں سے
ابھی تک بچپنا ہی ہے جوانی میں نہاں ہوکر

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

محسوسات

بگڑ تا ہی چلا جا تا ہے سارا نظم عالم کا
سلیقہ اب کوئی اچھا نہیں ہے ابنِ آدم کا
ابھی ''سلطان بُد پدرم'' کا سودا سر میں باقی ہے
ابھی ہے زعمِ باطل دل میں اوصاف اب و عم کا
نہ گرمی خون کے اندر نہ ہمت قلب میں پھر بھی
تصور میں ابھی تک حوصلہ ہے شوکتِ جم کا
تعلق دور کا انسانیت سے ہے نہ انساں کو
بہ بانگِ دہل تیور کہہ رہا ہے چشمِ برہم کا
حقیقت میں تو ہے مقصود زخموں پر نمک پاشی
بہانہ ہے زبانوں پر محض اک پرسشِ غم کا
یہاں بگڑا ہوا ہے یک قلم آوے کا آوا ہی
جلاؔلِ بے نوا کیا پوچھنا ہے بیش یا کم کا

کلامِ قاضی جلاؔل ہری پوری

کب تک؟

نہ آئے گا گلستاں میں بہار آگیں سماں کب تک؟
گل و ریحاں رہیں گے اور پامالِ خزاں کب تک ؟
ستم گر دیکھ لینا یہ کسی دن رنگ لائے گا
شہیدوں کا لہو ہوگا نہیں شعلہ فشاں کب تک؟
کبھی بیدار ہونا ہے مرے خوابیدہ جذبوں کو
نہ ہوگا اب مجھے دنیا میں احساسِ زیاں کب تک؟
نمودِ صبح سے ظلمت کا پردہ چاک ہونا ہے
شبِ دیجور کی طولانی ظلمت فشاں کب تک ؟
چمن کے پتے پتے پر ہے میرا بھی حقِ فطری
درِ گلشن رکھے گا بند مجھ پر باغباں کب تک؟
جلالؔ اب فکر تم خود بھی کرو انسان بننے کی
رہوگے لاش پر انسانیت کی نوحہ خواں کب تک؟

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

عکسِ احوال

بالیقیں نا آشنا ہیں جذبۂ کامل سے ہم
لرزہ بر اندام ہوتے ور نہ کیوں باطل سے ہم

خود ہمیں یہ ڈھونڈتی اے طالبِ دنیائے دوں
دستکش ہوتے اگر اس سعیِ لا حاصل سے ہم

ہم پہ کُھل جاتے یقیناً سارے اسرارِ حیات
صدق سے اس دھن میں رہتے کچھ اگر شاغل سے ہم

بڑھ چکی ہر قوم آگے ہم پہ طاری ہے جمود
کس قدر بے فکر ہیں اے وائے مستقبل سے ہم

اونچے دعوے ہیں ہمارے پر صداقت کچھ نہیں
اس قدر بھٹکے ہوئے ہیں جادۂ منزل سے ہم

طاق پر ہم رکھ دیئے احکامِ قرآن و حدیث
دور کوسوں ہوگئے ہوکے قریں منزل سے ہم

کب یہ ممکن تھا کہ کوئی ہم سے بڑھ جاتا جلالؔ
دست و پا شل کر کے یوں رہتے نہ گر کاہل سے ہم

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

تاسف اختتام رمضان پر

آیا مہِ صیام اور آکے گزر گیا
داغِ فراق دل پہ میرے ثبت کر گیا

جلوہ نما افق پہ ہوا جب ہلالِ عید
صائم کے سر سے سایۂ رحمت اتر گیا

شدت تھی بھوک پیاس کی پر لطف کس قدر
افطار کی خوشی گئی لطفِ سحر گیا

اب مسجدوں کی رونقیں پھیکی سی ہوگئیں
اذکار بند، نالۂ وقتِ سحر گیا

آزاد ہوکے نکلے شیاطیں بھی قید سے
انسان اب گناہ کے خطروں میں گھر گیا

رندوں نے بھی سنبھال لئے جام اور سبو
ذوقِ شراب ان کے دلوں میں ابھر گیا

اعجاز ہے یہ تیرے قدم کا مہِ صیام
دو دن میں ایک ماہ کو تو پار کر گیا

گیارہ مہینے بعد وہ آئے گا پھر جلالؔ
جاتے ہوئے یہ وعدہ سبھوں سے ہے کر گیا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

ہلالِ عید قرباں دیکھنے کا ایک منظر

لڑھک کر چھپ گیا سورج افق سرخی بداماں ہے

کنارِ آسماں کو غور سے ہر شخص نگراں ہے

مچایا شور بچوں نے یہ دیکھو سامنے دیکھو

شفق کی سرخ چادر میں ہلالِ عید قرباں ہے

خوشی سے جھوم اٹھے اور باچھیں کھل گئیں سب کی

تبسم ہونٹ پر چہرے پہ شادابی درخشاں ہے

سوئیاں گوشت کی یاد آئی پانی منھ میں بھر آیا

کہ بچے مست ہیں اور نوجواں شاعر غزل خواں ہے

جلالؔ بے نوا اٹھ تو بھی کچھ ساماں مہیا کر

کہ وابستہ بہت لوگوں کا تیرے ساتھ ارماں ہے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۶ ؍دسمبر ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کے انہدام کے بعد پورے ملک میں رونما ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات سے متاثر ہو کر یہ نظم ہندو مسلم یکجہتی پر لکھی گئی۔

فقط جلالؔ

ضمیر کی پکار

وطن کے رہنے والو آؤ یکجا مل کے ہم بیٹھیں
خلوص و آشتی سے متحد ہو کر بہم بیٹھیں
سناؤ تم بھی اور ہم بھی سنائیں اپنی بپتائیں
کہ شاید اس طرح سے غم کے شعلوں کو بجھا پائیں
ہوئے پچھلے دنوں کیا کیا ہمارے دیش بھارت میں
ہوئے برباد کتنے خانماں اس قتل و غارت میں
کہیں بیتاب تھا مسلم کہیں ہندو پریشاں تھا
ہراس و خوف کا ہر سمت بر پا ایک طوفاں تھا
مفید اب ہے نہیں ماضی کا لانا لب پہ افسانہ
بہر صورت ہے اچھی فکرِ مستقبل اے فرزانہ!
عبث بدنام کرنا ہے کسی کو یہ ہوا جو کچھ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

مشیت کا یہی تھا فیصلہ ہونا ہوا جو کچھ
چلو اب مل کے پختہ عہد کرلیں اور قسم کھائیں
کئے پر اپنے پچھتائیں عمل سے اپنے شرمائیں
فضا پیدا کریں ہم دیش میں پھر بھائی چارے کی
کوئی طرزِ عمل سرزد نہ ہو ہم سے خسارے کی
رہیں ہم بھائی بھائی کی طرح با یکدگر مل کر
گزاریں زندگانی ہم بہم شیر و شکر بن کر
پکاریں ہم مصیبت میں تمہیں تم دوڑ کر آؤ
ہمیں بھی اپنے آڑے وقت میں تم یاد فرماؤ
یہی ہے وید کی تعلیم اور فرمودۂ قرآں
یہی انسانیت کا فرض ہے اے حضرتِ انساں
ہم آہنگی و یکجہتی کا جاری مشغلہ رکھیں
جلالؔ بے نوا ہم دیش میں اِکتا بنا رکھیں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

زبانِ اردو

نسیمِ عطر بیز اردو بہارِ جاوداں اردو
ضیائے اخترِ تاباں فروغِ کہکشاں اردو
زبانِ اردو اک مجموعہ ہے ساری زبانوں کا
ہے اک مشترکہ تہذیب و ثقافت کا نشاں اردو
متاعِ جان سے بھی ہم کو اردو ہے بہت پیاری
کہ باپو کی ہمارے تھی پسندیدہ زباں اردو
جواہر لال بھی کرتے تھے جوہر ریزیاں اس میں
لسان الھند کی تقریر کا بحرِ رواں اردو
کوئی داغ اس کے دامن پر نہیں ہے قوم و ملت کا
ہے اہلِ ہند کی بے لوثِ الفت کا نشاں اردو
ہوئی تخلیق اس کی شہ جہاں کے وقت لشکر میں
زمانے میں ہے باقی آج اردو کا نشاں اردو
عرب ایران تک پہنچی ہے جاکر دلکشی اس کی
غرض ہر دیش میں ہے سکہ زن اپنی زباں اردو
الٰہی اس طرح سے ہند میں پھولے پھلے اردو
زمیں اردو یہاں کی ہو یہاں کا آسماں اردو
جلالِ بے نوا اردو کو کوئی کیا مٹائے گا
لئے ہے اپنے دامن میں حیاتِ جاوداں اردو

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

عورت

شام کا دلکش سمے اودی گھٹا چھائی ہوئی
دھندلی دھندلی چاندنی ہر سمت لہرائی ہوئی

سیر کی خاطر میں گھر سے جانبِ صحرا چلا
اضطرابِ دل کو تھوڑا تھوڑا بہلاتا چلا

ناگہاں حدِ نظر میں کچھ چراغاں ہو گیا
رونقیں دونی ہوئیں صحرا پرستاں ہوگیا

محوِ حیرت ہوکے میں نے غور سے دیکھا اُدھر
چلتا پھرتا اک ہیولا حسن کا آیا نظر

چاند سا مکھڑا قیامت کی ادا رفتار میں
سیکڑوں لذت کے چشمے موجزن گفتار میں

ناک نقشہ دلربا آنکھیں سراپا نرگسی
اُجلے اُجلے دانت میں ہلکا سا کچھ رنگِ مسی

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

زلف ناگن کی طرح تھی پیچ و خم کھائی ہوئی
رینگتے ہی رینگتے زیرِ کمر آئی ہوئی

سرخ ہونٹوں پر تبسم کی لرزتی بجلیاں
ڈوبتے سورج کا ہو برسات میں جیسے سماں

تھا دہن یا نقطۂ موہوم کی تفسیر تھی
چہرۂ انور تھا، یا مہتاب کی تنویر تھی

مانگ پر تھا جا بہ جا ٹیکا لگا سندور کا
دیکھ کر جس کی چمک للچائے جی تک حور کا

سر سے پا تک الغرض تنویر ہی تنویر تھی
حسنِ کے پیکر کی جیتی جاگتی تصویر تھی

کون کہہ سکتا ہے ایسے روپ میں عورت تھی وہ
خاص دستِ صانعِ عالم کی اک صنعت تھی وہ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

تخیل کی پری

یاد آئے گا مجھے یہ زندگی بھر بار بار
شام کا منظر حسیں کٹیہار کی دلکش بہار
ایک دن شوقِ سفر نے گھر سے باہر کر دیا
جاکے دلکولہ ہوا میں ریل گاڑی پر سوار
الغرض سیٹی بجی گاڑی چلی تیز ہوگئی
جس طرح چلتی سویرے ہے نسیمِ خوشگوار
کیا بتاؤں راہ میں کیا کیا مجھے آئی نظر
بستیاں آبادیاں سوکھی زمیں اور کوہسار
چند گھنٹوں کی مسلسل تیز رفتاری کے بعد
مجھ کو گاڑی نے دیا کٹیہار جنکشن میں اتار
سامنے آنکھوں کے اک بجلی چمک کر رہ گئی
تختۂ پل پر قدم کو جوں ہی رکھا خاکسار
اک حسینہ مہ لقا کافر ادا جادو نگہ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

جس پہ تارے ہو رہے تھے آسماں پر سے نثار

جس کے رنگیں ہونٹ کرتے تھے شفق سے ہمسری

جس کے گل رخسار میں تھے رنگ و بوئے صد بہار

عالمِ دوشیزگی تھا پندرہ سولہ کا سن

اور حبابِ نور کی ہم شکل جوبن کا ابھار

آسمانی رنگ کی ساڑی دوپٹہ اوڑھ کر

پل کا دستانہ پکڑ کے تھی کھڑی وہ مہ نگار

زیرِ لب کچھ مسکرائی اور یوں کہنے لگی

میں نے دیکھا گھور کر اس کی طرف جب بار بار

کون ہیں؟ کیا نام ہے؟ رکھتے کہاں کا عزم ہیں

کیجیے اپنا مفصل حال مجھ پر آشکار

پھر تو میں گویا ہوا اس طرح سے با صد نیاز

میں بھکاری ہوں ترا اے حسن کے سرمایہ دار

گھر سے نکلا تھا تو میری آرزو کچھ اور تھی

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

آکے یاں دامِ محبت کا ہوا تیرے شکار
سرمئی آنکھوں کی تیری کھا کے کہتا ہوں قسم
تیرے بن میرا دلِ مضطر نہ پائے گا قرار
مجھ پہ کیا گزری دیا جب اس نے بر جستہ جواب
جس طرح کہتا ہو دشمن اپنے دشمن کو پکار
آپ کی میری رفاقت کی کوئی صورت نہیں
میں اودھ کی آپ ہیں باشندۂ صوبہ بہار
اپنے ماں اور باپ کی اک صرف اکلوتی ہوں میں
کوئی بیٹا ہی نہیں جو ان سے کرلیتے وہ پیار
اس قدر کہہ کر دو بالا کر کے گھونگھٹ چل پڑی
میں رہا بے حس و حرکت اشکبار و دلفگار
پھر وہی بھولی کہانی تو نے دہرائی جلالؔ
کیا ترے جذبات کے گلشن میں پھر آئی بہار

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

اپنی سلمیٰ سے

بہار آئی کھِلی دل کی کلی کیا تم نہ آؤ گی ؟

گھٹا گھنگھور ہرسُو چھا گئی کیا تم نہ آؤ گی ؟

تمناؤں میں ہلچل مچ گئی کیا تم نہ آؤ گی؟

مری سلمیٰ بہارِ زندگی کیا تم نہ آؤ گی؟

چمن میں شاخِ گل پر بلبلِ شیدا غزل خواں ہے

لطافت نوعروسانِ چمن کے رخ پہ تاباں ہے

تمہاری دید کا ایسے میں میرا دل بھی خواہاں ہے

مری سلمیٰ بہارِ زندگی کیا تم نہ آؤ گی؟

ہجومِ رنج و غمہائے جدائی نے کیا مضطر

اتر آیا ہے لختِ دل بھی آنکھوں میں لہو بن کر

بتا اس کرب میں اک دن پیامِ زندگی لے کر

مری سلمیٰ بہارِ زندگی کیا تم نہ آؤ گی؟

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

کنارِ آب جُو ہے اور موسم بھی سہانا ہے

درِ میخانہ وا ہے لب پہ ساقی کے ترانا ہے

مبارک باد پینے اور پلانے کا زمانا ہے

مری سلمٰی بہارِ زندگی کیا تم نہ آؤ گی؟

مری شبہائے ہجراں کی فغاؤں کی قسم تم کو

مری سنسان راتوں کی دعاؤں کی قسم تم کو

تمہاری مست اور دلکش اداؤں کی قسم تم کو

مری سلمٰی بہارِ زندگی کیا تم نہ آؤ گی؟

تنِ خاکی سے وقتِ نزع جب کہ دم نکلتا تھا

ٹپک کر آنکھ سے مژگان پر آنسو مچلتا تھا

یہ کہہ کہہ کر جلالِؔ بے نوا کروٹ بدلتا تھا

مری سلمٰی بہارِ زندگی کیا تم نہ آؤ گی؟

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

ذیل کی منظوم کہانی حکایات لطیف کی ایک حکایت کا ترجمہ ہے جو ایک بے تکلف دوست کی فرمائش کی تکمیل میں نظم کی گئی۔

فقط جلالؔ

احمقوں کا سردار

تجارت کے لئے نکلا مکاں سے ایک سوداگر
لیا سرمایہ گھوڑوں کا ہوا نامِ خدا باہر
مسافت کر کے طے پہنچا کسی دربارِ شاہی میں
وہ سلطاں شہرۂ آفاق تھا عالم پناہی میں
سنایا مدعا آنے کا پیشہ اپنا بتلایا
سرِ دربار لا کر برق دم گھوڑوں کو دکھلایا
پسندیدہ تھے گھوڑے بھا گئے شاہِ زمانہ کو
بلا کر یہ ہدایت کی وزیرِ آستانہ کو
کہ ان گھوڑوں کو لے کر اصطبل میں جلد بندھوا دو
خزانہ خانۂ شاہی سے قیمت ان کو دلوا دو
زرِ قیمت سے فاضل اور بھی دو لاکھ بیعانہ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

دلا دو تا کہ لادے اور بھی گھوڑے یہ فرزانہ

منافع پا کے تاجر گھر کی جانب نو قدم بھاگا

بڑا خوش تھا کہ خوابیدہ مقدر خواب سے جا گا

ادھر سلطان نے زندہ کیا آئینِ جمشیدی

منگائے مطرب و مے داد دی عشرت پرستی کی

نشے میں چور ہوکر دستور کو پھر یاد فرمایا

بصد انداز استغنا اسے ارشاد فرمایا

مرتب احمقوں کی جلد اک فہرست کر لاؤ

حماقت میں جو جس کا مرتبہ ہے صاف بھر لاؤ

کہا ڈرتے ہوئے آقا اگر جاں کی اماں پاؤں

تو عالی جاہ کو اس وقت سچی بات بتلاؤں

کہ فہرست احمقوں کی پیشتر ہی میں نے لکھی ہے

سرِ فہرست ظل اللہ کا ہی نام نامی ہے

رقم دو لاکھ کی تاجر کو بیعانہ میں دے دینا

پتہ تک مولد و مسکن کا بھی ان سے نہیں لینا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

نہ اتنا سوچنا واپس یہ آئے یا نہیں آئے

جو آئے بھی تو گھوڑے ساتھ لائے یا نہیں آئے

بتائیں سادہ لوحی کی نشانی کیا نہیں یہ ہے

حماقت کی دلیلِ غیرفانی کیا نہیں یہ ہے

لگا چرکا سا شاہنشاہ کو اور ہوگیا برہم

بھبھوکا ہو کے بولا اے رفیقِ سلطنت ہمدم

جو آیا حسبِ وعدہ لے کے سرمایہ تجارت کا

تو کیا ہوگا نتیجہ پھر تمہاری اس جسارت کا

گزارش دست بستہ کی وزیرِ پاک طینت نے

بھری تائید میں ہامی سبھی ارکانِ دولت نے

اگر وہ آگیا تو نام والا کو مٹادوں گا

وہیں پر نام اُس کم بخت تاجر کا چڑھا دوں گا

جلالؔ بے نوا اظہارِ حق کا لے سبق ان سے

مجلیٰ کر کتابِ زندگانی کا ورق ان سے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

شاعر اور کھٹمل کی جنگ

بہار آگیں زمانہ تھا حسیں برسات کی شب تھی
خدا کی رحمتوں کے خاص انعامات کی شب تھی
ہراس و خوف کے مارے ستارے منھ چھپائے تھے
انہیں کچھ اس طرح سے شور بادل نے سنائے تھے
فلک آمادہ تھا گویا زمیں پر ٹوٹ پڑنے کو
ہوا تھا مستعد شیرازۂ ہستی بکھرنے کو
کوئی شاعر اسی رُت میں شکستہ چارپائی پر
پڑا تھا اپنی دھن میں ایک دم کھویا ہوا مضطر
کبھی چپ اور کبھی رہ رہ کے تھوڑا گنگناتا تھا
تخیل کی عروسِ ناز پرور کو مناتا تھا
پئے آرام اس نے جس جگہ بستر لگایا تھا
وہیں کچھ کھٹملوں نے بھی مگر ڈیرا جمایا تھا
پریشاں کر کے رکھا تھا اِدھر تو اس کو الجھن نے
اُدھر شب خون کا ٹھانا ارادہ فوج دشمن نے
اِدھر اِک نفسِ واحد تھا مقابل سیکڑوں دَل تھے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

اِدھر یہ یکہ و تنہا اُدھر انگنت کھٹمل تھے
نکل کر اک بہادر نے سرِ میدان للکارا
بڑی پھرتی سے زہر آلود بھالا تاک کر مارا
تڑپ اٹھا بیچارے کو لگی یہ ضرب جب کاری
بہت ہی تلملایا اور گئی سب اس کی عیاری
ابھی اچھی طرح اس سے سنبھلنے بھی نہ پایا تھا
ابھی پہلا مبارز سے نبٹنے بھی نہ پایا تھا
کہ ساری فوج نے مل جل کے گھیرا چارپائی کو
کفن بردوش نکلا صف سے خنجر آزمائی کو
کوئی خنجر چلایا اور کسی نے تیر برسایا
کسی نے پی کے خونِ گرم اپنے دل کو گرمایا
جماعت دشمنِ خوں خوار کی جب تیر زن آئی
تو غصہ سے جبیں پر اس کی مردانہ شکن آئی
جسارت دیکھ کر ان شور بختوں کی ہوا ششدر
طبیعت جوش پر آئی جوانی کا چڑھا تیور

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

بدل کر پینترا اس نے بھی پے در پے کئے حملے
ذرا بھی دی نہیں مہلت کہ گر کر پھر کوئی سنبھلے

جہاں پایا جسے اس کو وہیں فوراً مسل ڈالا
کوئی گر بھاگنا چاہا پکڑ کر جھٹ کُچل ڈالا

غرض کشتہ ہوئی اک آن میں فوجِ عدو ساری
سبھوں نے خوب ہی پائی سزائے ظلم و خوں خواری

جلالؔ بے نوا تیری طبیعت بھی ہے کیا چنچل
کہ موضوعِ سخن ٹھہرایا جنگِ شاعر و کھٹمل

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

مدرسہ مچھٹہ کا پیغام شائقینِ علم کے نام

کہاں ہو شائقینِ علم و فن آؤ یہاں آؤ
بلاتی ہے تمہیں یہ انجمن آؤ یہاں آؤ

اگر منظور ہے بننا سپہرِ علم و دانش کا
تمہیں تابندہ پروین و پرن آؤ یہاں آؤ

چمکنا ہے تمہیں گر چاند سا چرخِ لیاقت پر
تو باحسنِ عقیدت جانِ من آؤ یہاں آؤ

علومِ فارسی عربی کے اس شاداب گلشن میں
کھلے ہیں تازہ نسریں نسترن آؤ یہاں آؤ

یہاں پر ناظرہ خوانی بھی ہے اور حفظِ قرآں بھی
گلِ تجوید بھی ہے خندہ زن آؤ یہاں آؤ

کھلے ہیں گوشہ گوشہ اس چمن میں پھول اردو کے
عنادل بن کے طفلانِ وطن آؤ یہاں آؤ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

مثالِ شمع ہوتا ہے پگھلنا علم کی خاطر
بنو رازیؔ کی صورت سخت تن آؤ یہاں آؤ
مصائب کو حصولِ علم میں راحت سمجھتے تھے
یہ آباء کا تمہارے تھا چلن آؤ یہاں آؤ
بحمد اللہ کیا کہنا یہاں پڑھنے پڑھانے کا
سجی ہے ایک دلکش انجمن آؤ یہاں آؤ
اگر ہو قوم کے بچوں کا تم بھی خادمِ مخلص
خوشی سے پھر جلالِؔ خستہ تن آؤ یہاں آؤ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

صبحِ نو

ماہنامہ صبح نو پرنیہ سیٹی پورنیہ

مرحبا تازہ بہارِ آب وتابِ صبحِ نو
حبذا دلکش جمالِ بے حسابِ صبحِ نو

جلوہ گر سورج فلک پر ہے قبائے سرخ میں
یا اُفق کے ہاتھ میں جامِ شرابِ صبحِ نو

ہوگئے روپوش تارے جھلملا کر شرم سے
دیکھ کر تا بندہ روئے بے نقابِ صبحِ نو

اپنے دامن میں لئے تابانیِ صد آفتاب
پُرنیہ سیٹی سے نکلا آفتابِ صبحِ نو

ختم ہوکر ہی رہے گی گردشِ لیل و نہار
رک نہیں سکتا یہ دورِ انقلابِ صبحِ نو

اک شعاعِ نو بھی بہرِ نونہالانِ وطن
اپنے دامن میں لئے ہے آفتابِ صبحِ نو

اس میں ہے موجود ہر اک ذوق کا ساماں جلالؔ
آئینہ دارِ وفاؔ(۱) ہے انتخابِ صبحِ نو

(۱) وفاؔ ملک پوری مدیر ماہنامہ ''صبحِ نو'' پورنیہ سٹی

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

دعائے منظوم برائے طارق انورؔ نواسۂ خود

الٰہی طارقِ انورؔ کو علمِ دیں عطا فرما
دلِ مضطر کو اُس کے مایۂ تسکیں عطا فرما

خطابت میں متانت اور تحریرِ ادیبانہ
زبانِ شستہ شیریں خامۂ زریں عطا فرما

رہے وہ پیکرِ علم و ادب بن کر زمانہ میں
ہر اک انداز احسن لائقِ تحسیں عطا فرما

صفاتِ عالیہ سے رکھ اسے موصوف دنیا میں
سلامت رکھ حیاتِ کامل و دیریں عطا فرما

تہہِ دل سے دعا گو ہوں جلاؔلِ بے نوا ہر دم
الٰہی طارقِ انورؔ کو علمِ دیں عطا فرما

دعائے ریان

الٰہی! دے مجھے روشن بیانی
کھُلے دل پر مرے رازِ نہانی

عطا کر خامۂ اقبالؔ مجھ کو
بنا دے غالبِؔ خوش حال مجھ کو

گہر افشاں بنا میری زباں کو
مجلّی کر مرے حسنِ بیاں کو

صداقت پر مجھے ثابت قدم رکھ
مرا سر سامنے اپنے تو خم رکھ

خدایا! بندۂ ناچیز ریاںؔ
ہے تیری رحمتوں کا تجھ سے خواہاں

نوٹ: پہلا شعر میرے دادا قاضی منشی مہتاب الدین احمد نور اللہ مرقدہ نے راقم کے بڑے بھائی قاضی غزال الدین کو یاد کرایا تھا۔ تبرکاً میں نے اسی پر چند اشعار بڑھا کر اپنے پوتے محمد ریان کو یہ دعا لکھ دی ہے۔ اللہ اسے قبول فرمائے۔ آمین! فقط

جلالؔ غفرلہ

۱۹۹۶/۹/۲۷ء بروز جمعہ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

شہیدِ کربلا کی یاد میں

کلیجہ رہ گیا دھک سے پھٹا ناسور بھی غم کا
نظر آیا افق پر جب ہلالِ نو محرم کا

ہوا آمادہ لختِ دل لہو بن کر ٹپکنے کو
کچھ ایسا چھا گیا آنکھوں میں بادل حسرت و غم کا

روانی دیکھ کر شرما رہا ہے بحرِ قلزم بھی
وہ عالم ہو گیا ہے روتے روتے چشمِ پرنم کا

نہ چھوڑا صبر کا دامن اگرچہ لٹ گیا گھر تک
شہیدِ کربلا سبطِ نبیؐ نورِ مجسم کا

علیؓ کے لاڈلے میں واہ استقلال تھا کتنا
دیا سر ہاتھ سے چھوڑا نہ دامن ضبطِ پیہم کا

گلو دے کر دبائیں شورشیں باطل پرستی کی
مٹا کے خود کو سر اونچا کیا ملت کے پرچم کا

جلالِؔ غم زدہ یوں تو نہیں فرصت ہمیں غم سے
مگر ہے آج دل کو سامنا اک سخت تر غم کا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

آہ! حضرتِ نجم

فضاؤں پر مسلط آہ دودِ حسرت و غم ہے

نم آلودہ ہیں آنکھیں ہر طرف سامانِ ماتم ہے

سپہرِ علم و فن کا اخترِ روشن ہوا پنہاں

زبانِ اہلِ عالم پر یہی اب ذکرِ پیہم ہے

فلک کے دوش پر بھی نیلگوں ہے دلق ماتم کی

خفائے نجمؔ ثاقب کا اسے بھی اس قدر غم ہے

عزیز و اقربا روتے ہیں ہرسو سسکیاں لے کر

بھتیجے پر جنوں طاری ہے بھائی کی کمر خم ہے

نہیں محفوظ ہے کوئی اگر چہ موت کی زد سے

مگر بے وقت کی رحلت قیامت سے نہیں کم ہے

جوارِ رحمتِ خاصہ میں خالق دے جگہ ان کو

تہہِ دل سے دعا ان کے لئے میری یہ ہردم ہے

جلالؔ غم زدہ غم کی سناؤں داستاں کیوں کر

قلم تھرّا رہا ہے غم کے مارے چشم پرنم ہے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

قدوسؔ اور مسلمؔ ہمشیر زادوں کی یاد میں

دوستو! پوچھو نہ شرحِ داستانِ زندگی
درد سے لبریز ہے ظرفِ بیانِ زندگی

گلشنِ ہمشیر کے کمہلا گئے دونوں ہی پھول
اجڑا اجڑا ہوگیا یہ گلستانِ زندگی

دل کی دنیا میں مرے ہر سمت ظلمت چھا گئی
چھپ گئے جب مہر و ماہِ آسمانِ زندگی

موت کے بے درد ہاتھوں نے کیا رہزن کا کام
لوٹ لی ساری متاعِ کاروانِ زندگی

یہ سخن سازی نہیں ہے بلکہ تفسیر الم
بن گیا اشعار ہے سوزِ نہانِ زندگی

ہونے والی بات ٹل سکتی نہیں ہرگز جلالؔ
کس قدر غم ناک ہے یہ امتحانِ زندگی

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

قطعات

۱

دل کا جو انجام ہونا تھا ہوا
جس قدر بد نام ہونا تھا ہوا
منزلِ مقصود تک پہنچا کوئی
اور جسے ناکام ہونا تھا ہوا

۲

بیٹھے بیٹھے ہی نہ تم شکوۂ تقدیر کرو
اٹھ کے تقدیر سنور جانے کی تدبیر کرو
نا امیدی کا نہ جلایا کرو منحوس چراغ
شمعِ امید سے کاشانے کی تنویر کرو

۳

آئی ہے عید واہ کیا راحت لئے ہوئے
دامن میں صد ہزار مسرت لئے ہوئے
پیغامِ عید لے کے افق پر یہ آفتاب
چمکا ہے آج تحفۂ راحت لئے ہوئے

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۴

یا رب ہے نام تیرا تعویذِ جاں ہمارا
مُضمر ہے اس کے اندر آرامِ جاں ہمارا
ہم تیرے آستاں سے ہر گز نہ دور ہوں گے
ہوجائے خواہ دشمن سارا جہاں ہمارا

۵

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا
بے کہے بھی رہا نہیں جاتا
چشمِ نمناک کی ہے غمازی
طنزِ دشمن سہا نہیں جاتا

۶

دورِ خزاں نے دھجی اڑائی بہار کی
لی راہ بلبلوں نے چمن سے فرار کی
سورج بھی آج راہ میں سوتا ہی رہ گیا
ہوتی نہیں جو صبح شبِ انتظار کی

۷

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

ابتدا دوستی سے مت کرنا
بن کے دشمن بھی آزمالینا
اہلِ دانش سنار سونے کو
آگ میں ڈال ہی کے پہچانا

۸

جگر میں درد اٹھتا ہے تنفس تیز ہوتا ہے
کوئی جب سامنے آکر تبسم ریز ہوتا ہے
عشاء کو پی کے سونا اور آدھی رات کو اٹھنا
طریق ِ کار میرا زاہدِ شب خیز ہوتا ہے

۹

تخلیقِ کائنات کی بنیاد عشق ہے
لوح و قلم کا موجب ایجاد عشق ہے
فرشِ زمیں سے عرش تک جاگیر عشق کی
ہستی کی درسگاہ کا استاد عشق ہے

۱۰

ہم سب اسیرِ حکم ہیں فرما روا ہے عشق
کون و مکاں پہ سایۂ فضلِ خدا ہے عشق
رہ کے الگ بھی اس سے ہے کوئی الگ نہیں
ہیں راہ گیر جن و بشر رہ نما ہے عشق

۱۱

کیا ملا مجھ کو خوش بیاں ہوکر
دوست نالاں ہے بدگماں ہوکر
کوئی پوچھا نہیں حقیقت کو
اڑ گئی بات داستاں ہوکر
جل گیا کب خبر نہیں گلشن
برق گذری تھی آشیاں ہوکر

۱۲

متاعِ زندگانی لٹ گئی ہے
اسی کو ڈھونڈھنے نکلا ہوں گھر سے
الٰہی! بھردے دامن آرزو کا
تہی دامن نہ لوٹا اپنے در سے

نعتیہ قطعات

۱

صبا کعبے میں جا کر آبِ زمزم سے نہا لینا
وہاں سے پھر مدینے کو بہت ہلکے قدم جانا
ادب سے عرض کرنا اے شہِ طیبہ سلاموں کا
جلالِؔ بے نوا نے آپ کو بھیجا ہے نذرانا

۲

غبارِ کوچۂ طیبہ اگر تھوڑا سا پا لیتے
تو سرمہ کی جگہ آنکھوں میں ہم اس کو لگا لیتے
جلالؔ اک بوند پانی ہی مدینے کا جو مل جاتا
تو ہم اپنے کفن میں عطر کے بدلے بسا لیتے

۳

یوسفِ کنعاں نہ بکتے مصر کے بازار میں
مصطفیٰ کا نور گر ہوتا نہیں رخسار میں
غرقِ حیرت تھے فرشتے عرش کے نیچے جلالؔ
جب خدا سے مصطفیٰ مصروف تھے گفتار میں

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۴

صبا اڑتی ہوئی آئی ہے تو شاید مدینے سے
کہ بوئے مشک طیبہ آتی ہے میرے پسینے سے
ہر اک ذرہ ہے اک انمول موتی کوئے طیبہ کا
نگاہوں میں اسے رکھنا ذرا اب تو قرینے سے

قطعۂ دعائیہ

یا رب ہے عرض تجھ سے بڑی التجا کے ساتھ
حاضر ہے بندہ در پہ ترے اس دعا کے ساتھ
مبذول میرے حال پر تیرا کرم رہے
جیتا رہوں جہان میں تیری رضا کے ساتھ

قطعۂ تاریخِ وفات جناب فرحت اللہ سرکار، ساکن کھاڑھی اسٹیٹ

حسب فرمائش حاجی مطیع الرحمٰن

دعا کرتا ہوں دل سے بارگاہ ربِ عزت میں
فرحتؔ اللہ کو یارب سدا رکھنا تو راحت میں
کیا تھا جس طرح ممتاز تو نے اس کو دولت میں
جگہ پھر یوں ہی دینا سایۂ دامانِ رحمت میں
جلال بے نوا تم کہہ دو اب جوش محبت میں
کوئی موزوں سا فقرہ مختصر تاریخ رحلت میں
محرم سولھویں ڈھلتے پہر کی نیک ساعت میں
جمعہ سے ایک دن پہلے ہی جالیٹے وہ تربت میں
سنِ ترحیل کی خاطر نہ پھنس بیکار زحمت میں
نہاں ہے دیکھ ہجری سال ''گورِ اہلِ ثروت'' میں

۱۳۶۸ھ

چند متفرق اشعار

کوئی بھی ہو محبت اس کو اپنی جاں کی ہوتی ہے
نہ بیٹا باپ کا ہوتا نہ بیٹی ماں کی ہوتی ہے

موت سے بھی ہے گذرنا ایک دن جینے کے بعد
پھول کمھلاتے ہیں آخر مسکرا لینے کے بعد

وہ پدر بے قدر ہے جس کا پسر ہوتا نہیں
مول کیا اس پیڑ کا جس میں ثمر ہوتا نہیں

قاضی جلالؔ ہری پوری کا فارسی کلام

تاجدارِ شہرِ طیبہ شہریارِ ما توئی
ناخدائے جملہ عالم غمگسارِ ما توئی

جلوۂ رویت ہمی بینم بہ ہر جا جلوہ گر
ایکہ در چشم و نظر اے تاجدارِ ما توئی

عارضِ تابانِ تو دیباچۂ دیوانِ حسن
مہبطِ انوارِ حق اے گلعذارِ ما توئی

ہمچو بلبل نالہ ہائے زار در یادت زنیم
گلستانِ ما توئی ہم لا لہ زارِ ماتوئی

از پئے تضحیک، طفلاں سنگ بر ما می زنند
باعثِ ایں سنگ باری دوستدارِ ما توئی

مست و رقصانیم آخر ایں لطافت از کجا
بر جبینِ گل مگر ہم مہ نگارِ ما توئی

ما سوایت نیست کس حامی ، مدد گارِ جلالؔ
مونس و ہمدم رفیق و غمگسارِ ما توئی

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۲

جانم بہ لب بہ عشقِ تو اے یار آمدہ
چشمم ز دردِ ہجرِ تو خونبار آمدہ

دارم بدل اے ہم نفساں عزمِ خود کُشی
تنگ از حیاتِ دہرِ ستمگار آمدہ

اے مدتی گزشت کہ با چشمِ تر کنم
عرضِ نیازِ دید بسرکار آمدہ

در حیرتم کہ جملہ متاعِ ہمہ جہاں
کم در بہائے وصلِ تو اے یار ! آمدہ

من کیستم کہ مدّعیِ وصلِ او شوم
خود خالقِ جہاں چو خریدار آمدہ

گر حضرتِ کلیمؑ رسیدند کوہِ طورؔ
بالائے عرش احمدِ مختارؐ آمدہ

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

از چشم پا کنم و سویش رواں شوم
در رہ بسی اگر چہ خس خار آمدہ

گویم اگر کشند چوں منصور مرداں
پیہم اناالحبیب سرِ دار آمدہ

سوئے جلالؔ خویش نگاہِ کرم بکن
نالاں بدرگہہِ تو گنہگار آمدہ

۳

سایۂ دامانِ رحمت جائے مشتاقانِ او
ہاویہ لاریب باشد جائے اغیارِ رسولؐ

رحمۃ اللہ علیہم ہست شانِ دوستاں
لعنۃ اللہ علیہم شانِ اغیارِ رسولؐ

جلوۂ انوارِ حق موسیٰؑ بکوہِ طوؔر یافت
بر فرازِ لامکاں رفتن سزاوارِ رسولؐ

ماہِ تاباں مہرِ درخشاں نجمِ ثاقب بر فلک
جلوہ گر ہستند ہمہ از نورِ رخسارِ رسولؐ

بیشتر ارزاں بود یابم جلاؔلِ بے نوا
در بہائے ملکِ دنیا گرچہ دیدارِ رسولؐ

۴

می دہد جانِ حزیں بیمارِ عشقت دلربا
زود آ تا بیند و خفتد بہ تربت دلربا
ہیچ می دانی ز حالِ طالبِ ناشادماں
از غمِ ہجرت نوازد کوسِ رحلت دلربا
ہرچہ با من می کنی با کس نکردہ دلبری
ایں نہ زنہار ست رسمِ مہر و الفت دلربا
یک نظر فرما کہ مستغنی شود از دو جہاں
کشتۂ چشمِ سیاہ و سرمگینت دلربا
عندلیبانِ چمن دارند میلِ دیدنت
گوش تا کردند آنہا وصفِ حسنت دلربا
ماہِ تاباں ار گہی آید قرینِ روئے تو
تا قیامت سر نہ بردارد ز خجلت دلربا
ہیچ نازیبا نباشد حورِ ارضی گفتنت
ایکہ می داری تو حسنِ حورِ جنت دلربا
کاش روزے یاد فرمائی جلالِ خویش را
تا بکے مہجور باشد او ز وصلت دلربا

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

۵

وردِ زبان کلمۂ خیر البشر شود
زیں خاکدان چوں مرا وقتِ سفر شود
اے نفسِ خود پرست کنید عجز اختیار
تا فضلِ حق بحال شما بیشتر شود
با درد و غم بساز چوں طلبی رضائے دوست
از نا سپاسِ قلبِ او رنجیدہ تر شود
قہر و عتابِ یار بود ار ہزار صد
از لطفِ صد ہزار کساں خوبتر شود
از قفسِ عنصری چوں پرد مرغِ روحِ من
آں دم خیالت ہم نہ ز خاطر بدر شود
زاہد بیا بہ محفل رنداں شراب نوش
تا جامِ مئے ز آتشِ دوزخ سپر شود
بادِ صبا ہزار سلامِ نیاز گو
از ما اگر بہ محفلِ جاناں گزر شود
اشکے بہ چشم آر و بخواں فاتحہِ عزیز
بر مرقدِ غریب ترا چوں گزر شود
توبہ بکن جلالؔ ز ترکِ شرابِ عشق
محفوظ جسم و جانِ تو تا از سقر شود

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

٦

بدل داغِ فراقِ آں ستم گر میہماں دارم

بحمداللہ چہ خوش بختم کہ چیزِ گلستاں دارم

نمی باید مُرا اے واعظِ ناداں جنانِ تو

تمنائے وصالِ آں بتِ نا مہرباں دارم

رقیبِ روسیہ منظورِ عینِ دلربا گردد

گلہ اے بختِ ناسازم ! ز تو من بے کراں دارم

نمی باشد مُرا از نیک و بدہائے زماں خبری

چناں از بادۂ الفت سرِ خود را گراں دارم

زحالِ من چہ می پُرسید اے یاراں! کہ من بر لب

فغاں در ہجر آں گُل روز و شب چو بلبلاں دارم

عفو گرداں گناہم ہا بپاداشِ گناہم کُش

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

سرِ تسلیم خم ہر دم فرازِ آستاں دارم
چہ می باشد ازیں بہتر بگو حسن العمل زاہد!

کہ خود گریہ کنم لکن کساں را شاداں دارم
چناں بر گشتہ بختم در ہواداران من خستہ

کہ ار گریم و گر خندم عتابِ بیکراں دارم
دراں ساعت چہ می خواہی بگو دادن جوابِ آں

چو دعویٰ پیشِ داور از جفایت آسماں دارم
نمی خواہم لباسِ زاہدانِ خشک را یارب!

امیدِ لطف پنہانت چوں شوریدہ سراں دارم
چوں نتوانم سرائیدن بہ پیشِ دلبراں حرفی

چہ سود ار ہمچوں سوسن در پسِ شاں دہ زباں دارم
جلالؔ بے نوا خنجر بہ کف آں شوخ می آید

چہ خوش باشد اگر من ہم کفن بر دوش جاں دارم

قطعۂ تاریخِ وصال حضرت حامد حسن علویؒ کوہنڈہ اعظم گڑھ

از جہاں چوں عازمِ فردوس شد
حضرتِ حامد حسن غوثِ زماں
سالِ ہجری زد رقم کلکِ جلالؔ
بست و یک از چاردہ صد کم بداں

۱۳۷۹ھ

قطعۂ تاریخِ وفات جناب قاضی نجم ہری پوری مرحوم عم خود

نجمِ ثاقب چوں بہ سوئے برجِ جنت شد رواں
گشت فق زیں حادثہ رنگِ بہارِ انجمن
پانزدہ اپریل روزِ جمعہ در وقتِ عشاء
بست اسبابِ سفر زیں تنگنائے پُر فتن
چشم نم، افغاں بہ لب با درد و غم بیروں شدہ
فکر تاریخش چوں کردم اے جلالِؔ خستہ تن
گفت سالِ عیسوی ہاتف بہ من کہ گو ''بمرد''
شاعرِ نامی گرامی آفتابِ علم و فن

۱۹۴۹ء

قطعۂ تاریخ وفات جناب مولانا یوسف رشیدیؒ ہری پوری

حسب فرمائش قاضی عبدالقادر صاحب

آہ مولانائے یوسفؔ فخرِ علمائے وطن
واقفِ تفسیر قرآں پاک باز و پاک تن
ہفتدہ پھاگن نوزدہ ماہِ میلاد النبیؐ
روز شنبہ بعد مغرب رفت زیں دار المحن
سیزدہ صد را اگر ملحق کنی با شصت و چار
سالِ ہجری زو بر آید بیگمان و بے سخن

۱۳۶۴ھ

قطعۂ تاریخِ وفات ملا غیاث الدین ساکن باسول افضلؔ کھیمیاں کی فرمائش پر

آں غیاثِ دیں کہ فخرِ موضعِ باسولؔ بود
آنکہ رخشاں گشت از وے گوہرِ فضل و کمال
بست و نہ رمضان روزِ جمعہ در نصف النہار
رخت بستہ سوئے جنت شد بہ عمرِ چہل سال

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

گفت افضلؔ سالِ ہجری از سرِ کربِ دلی
آہ ! یارم کرد زیں دنیائے فانی انتقال
۱۳۶۷ھ

نوٹ:- کرب کے ک کے عدد کو مصرعہ ثانی کے عدد سے جوڑنے پر تاریخ وفات نکلتی ہے۔

تاریخِ ورود۔ کی۔ این صاحبہ

پرتوِ رویش چو از باسولؔ ظلمتہا ز دود
یومِ دو شنبہ ز ذی الحجہ سیزدہ (۱۳) تاریخ بود
سہ صد و شصت و دو افزوں بود بر واحد الف (۱۳۶۲ھ)
کاں سراپا ناز اندر مسکنش جلوہ نمود

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

معمہ جات

۱

رحم را مقلوب کُن و ز قلبِ او پائش بخار
سینۂ آہوئے مادہ را بجائے او بیار
چار را بعد چہل بنشاں تماشہ بار بین
کہ ازو نامِ مہہِ من صاف گردد آشکار

۲

چہ چیز ست آں خورندش آدم و راغ
بشکلِ ماہِ کامل لیک بے داغ
سرش از میانِ گُل او ز شمشاد
بود پایش ز پائے سوسنِ باغ
وگر قلبش کنی او راست گردد
سرِ موئے نیست فرق ار صدق ابلاغ

۳

عجب اژدرے دیدم در کارزار
بدستِ یکے مرد جنگی سوار
شدم خائف از ہستیش زانکہ بود
سرش چار صد دہ کمر پا ہزار
نگردد گہی سیر آں برق دم
اگرچہ خورد مرداں صد ہزار

۴

ہفت صد ساقط بکن از حال قالِ صوفیاں
باز با مقلوب مئے آمیز او را بے گُماں
جلوہ گر کُن بندۂ ملکِ عرب بر فرقِ او
غور کُن تا نامِ آں سیمین ذقن گردد عیاں

۵

نامِ من چوں خواہی لبستانِ پائے تاجِ یار را
قلب شب بشکن بجالیش آر قلبِ ہار را

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

مرتّبِ کتاب کا سوانحی خاکہ:

نام: محمد رضوان ندوی

والد: قاضی حامد حسن

والدہ: عذرا خاتون

تاریخِ پیدائش: ۱۹۷۹/۳/۴ء

جائے پیدائش: مقام قاضی ٹولہ بھاگ طاہر (ہری پور) پوسٹ امور، وایا بائسی، ضلع پورنیہ، بہار

شریکِ حیات: کہکشاں ریاض

اولاد: قاضی محمد تابش، ادیبہ ناز، الیفہ ناز

تعلیمی لیاقت:

دینی علوم: عالم، فاضل

عصری علوم: ایم۔اے (اردو) ، بی۔ایڈ

مشغلہ: درس و تدریس:

ملازمت: استاد اردو، ایس۔ایس ہائی اسکول، تیلتا، بلرام پور، کٹیہار

تصنیفات و تالیفات:

مطبوعہ کتابیں:-۱۔کلامِ قاضی جلال ہری پوری، ۲۔ارمغانِ قاضی نجم ہری پوری، ۳۔قاضی نجم ہری پوری اور قاضی جلال ہری پوری: فکر و فن، ۴۔باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری، ۵۔آئینۂ خیال (مکتوباتِ قاضی جلال ہری پوری)

غیر مطبوعہ کتابیں:-۱۔باقیاتِ قاضی نجم ہری پوری، ۲۔غنچۂ عشق، ۳۔قاضی جلال ہری پوری: حیات و خدمات، ۴۔یادِ رفتگاں ۵۔دیوانِ غالب کا عروضی مطالعہ، ۶۔کلیاتِ اقبال کا عروضی مطالعہ، ۷۔مشہور شعرا کے منتخب کلام کا عروضی مطالعہ۔

صاحبِ کتاب کا سوانحی خاکہ:

نام: قاضی محمد جلال الدین

تخلص: جلال

قلمی نام: قاضی جلال ہری پوری

والد: قاضی منشی عبدالرحیم مرحوم

والدہ: افزون النساء مرحومہ

پیدائش: ۱۹۲۱ء

جائے پیدائش: مقام قاضی ٹولہ بھاگ طاہر (ہری پور) پوسٹ امور، وایا بائسی، ضلع پورنیہ، بہار

وفات: ۲۸/اکتوبر ۱۹۹۷ء

شریکِ حیات: مریم النساء مرحومہ

اولاد: قاضی حامد حسن، قاضی محمد قمر الزماں، قاضی محمد نور الزماں، تسمینہ خاتون، تحسینہ خاتون، تنویرہ خاتون، شمس الضیا

تصنیفات:

۱۔ کلامِ قاضی جلال ہری پوری (مطبوعہ)

۲۔ باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری (مطبوعہ)

۳۔ آئینۂ خیال (مکتوبات) (مطبوعہ)

۴۔ کلیاتِ قاضی جلال ہری پوری (اردو و فارسی) زیرِ طبع

کلامِ قاضی جلالؔ ہری پوری

Kalam-e-Quazi Jalal Haripuri

Compiled by Mohd. Rizwan Nadvi

مرتب محمد رضوان ندوی

''اس بات پر اختلاف رائے کی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ اردو غزل صدیوں کا سفر طے کر کے آج نئی جہتوں اور نئے امکانات سے آشنا ہو چکی ہے مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جدید اردو غزل کا محل جن بنیادوں پر قائم ہوا ہے وہ وہی ہیں جو قاضی جلال الدین جلال ہری پوری کے کلام میں ایک واضح حقیقت بن کر ابھری ہیں انہوں نے اگر ایک طرف اپنے نعتیہ کلام میں تضادِ شعر و شریعت کو ہم آہنگ کیا ہے تو دوسری جانب عصری تحولات کے بہت سے پہلو اپنی غزلوں میں بڑی فنکارانہ مہارت کے ساتھ پیش کیے ہیں۔ اور اعلیٰ و ارفع انسانی قدروں کی ترجمانی اس خوبصورت انداز میں کی ہے کہ فکر کی چمک سے ان کے فن کا پیمانہ بھی چھلکنے لگا ہے۔ قاضی جلال ہری پوری کی غزلوں میں روایت کے صنم کدوں کا نور اور ماضی کے مقدس آتش کدوں کی آنچ اس انداز میں گھل مل گئی ہیں کہ جب وہ گرد و پیش میں بکھری ہوئی سماجی اور معاشرتی ناہمواریوں کو آئینہ دکھاتے ہیں تو غزل اپنی غنائیت اور آہنگ صوتی کو برقرار رکھتی ہے اور ہمیں ایک نغمگی کا احساس ہر جگہ ملتا ہے''۔

ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد

سابق پروفیسر شعبۂ اردو، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ

☆☆☆

''قاضی جلال ہری پوری کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے کلاسیکی تخلیقی وراثت کا نہ صرف مطالعہ کیا ہے بلکہ اس کی آہٹوں کو اپنے احساس و اظہار میں ڈھالا ہے۔ اپنے فن کارانہ تخیل سے تخلیقی احساس و اظہار کو نئی شکل عطا کی ہے۔ قاضی جلال کے شعری علائم، تشبیہات اور استعارات وہی ہیں جو کلاسیکی شاعروں کے ہیں۔ مگر طرز ادا اور اسلوب کی ندرت اور جدت کی وجہ سے 'قیس' سے ان کی رنگ رنگ ہوگئی ہے۔

قاضی جلال ہری پوری نے بیشتر شعری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے اور اپنی تخلیقی قوت سے یہ باور کرایا ہے کہ راہ مضمون تازہ بند نہیں۔ گو کہ ان کی فکریات اور لفظیات میں کلاسیکیت کا التزام ملتا ہے۔ وہی ساقی، وہی میکدہ، وہی زلف جاناں، وہی رخ تاباں، وہی شام وہی صیاد وہی قفس، وہی گل، وہی بلبل۔ سارا لطف و نشہ بادہ کہن کا سا ہے، مگر انہوں نے اپنی تخلیقیت اور Sensitivity کو ایک نیا Collagen بھی عطا کیا ہے''۔

حقانی القاسمی

Cover Designed By:- Talha-09936066088